دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدث بنارس

جلد: ۳۶
شمارہ: ۱۱

صفر ۱۴۴۰ھ
نومبر ۲۰۱۸ء

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد اسلم مبارک پوری

نائب مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

معاون مدیر
مولانا محمد ایوب سلفی

مجلس مشاورت
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا علی حسین سلفی
مولانا رفیق احمد رئیس سلفی
ڈاکٹر عبدالصبور مدنی

اس شمارہ میں

۱- اللہ کا بنایا ہوا صراط مستقیم	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲- سنن فطرت کی اہمیت	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۳- اپنی بات	مدیر	۷
۴- علم کی اہمیت	ابوالمعتصم	۹
۵- رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ نایا.....	مولانا رفیع احمد مدنی	۱۰
۶- محبت اسلام کی نظر میں	عبدالکریم عبدالواحد علی گڑھ	۲۹
۷- طب نبوی اور جدید سائنس	محمد اکرام محمد مختار	۳۳
۸- مولانا عبدالسلام مدنی	محمد اسلم مبارک پوری	۳۷
۹- ولاء و براء اسلام کی نظر میں	میزان الرحمٰن محمد سلیمان	۴۲
۱۰- عالم اسلام	ظل الرحمٰن فائق بندوی	۴۴
۱۱- اخبار جامعہ	ادارہ	۴۵
۱۲- باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۷

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	250	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر
فی شمارہ:	25	روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547, SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ
Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010
www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

اللہ کا بنایا ہوا صراط مستقیم صرف ایک ہی ہے

عبداللہ سعود سلفی

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيْلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورہ انعام:۱۵۳)

اور بیشک یہ ہے میری راہ جو سیدھی ہے تو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ یہ راہیں تم کو اس کی راہ سے جدا کردیں گی۔ یہ ہے وہ ہدایت جس کا اس نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔

آج مسلم فرقے اپنے دینی مسائل میں جس قدر منتشر ہے۔ اس کا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ غیر مسلم ان کو ہر ناحیہ سے پسپا کرتے جارہے ہیں۔ مسلمانوں کی زندگی تنگ ہوتی جارہی ہے۔ ان کی کثرت بے معنی ہے۔ ان کا دبدبہ ختم ہے۔ تعلیمی، معاشی، اخلاقی معاملات میں اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر غیروں کی پیروی ونقالی پر مجبور ہیں۔ ڈھیر سارے سیمینار، کانفرنسیں، اجتماعات کا کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے جس کا ذکر بروز محشر نبی رحمت علیہ افضل الصلاۃ والسلام اللہ کے حضور یوں بیان کریں گے: ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً﴾. (سورہ فرقان:۳۰) اور رسول کہے گا اے رب! بیشک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

قرآن مجید اسلامی تعلیمات کی بنیاد ہے اور حدیث رسول اس کی تفسیر ہے۔ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ قرآن مجید کے معنی ومفہوم میں جہاں پیچیدگی نظر آئے اس کا حل حدیث رسول میں ملے گا۔ صحابہ کرام اور ان کے بعد تیسری صدی ہجری تک جتنے بھی محدثین کرام اور ائمہ عظام گذرے ہیں سب قرآن وحدیث کی ہدایات پر عمل کرتے اور اختلاف کے وقت اسی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اسی صراط مستقیم کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور فقہی گروہ بندی میں بٹے نہیں تھے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے لائن کھینچ کر صراط مستقیم کو سمجھایا، جو حدیث کی مختلف کتابوں میں منقول ہے:

خط لنا رسول الله ﷺ خطا بيده، ثم قال: هذا سبيل الله مستقيماً. وخط خطوطا عن يمينه وشماله، ثم قال: هذه سبل، ليس منها سبيل إلا عليه شيطان يدعو إليه، ثم قرأ: ﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيْلِهِ﴾. (۱)

(۱) مسند احمد (۱/۴۳۵) سنن دارمی (۱/۶۷) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ ھدایۃ الرواۃ (۱۶۵)

آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک لائن کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ پھر اس لائن کے دائیں و بائیں اور لائنیں کھینچیں اور فرمایا یہ سُبُل یعنی مزید و دیگر راستے ہیں، ان میں کوئی راستہ ایسا نہیں ہے جس پر شیطان نہ ہو، جو اس راستہ کی طرف ملا رہا ہے۔ اس فرمان کے بعد آپ علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾۔

اسی سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۵۹ میں اللہ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفْعَلُونَ﴾ (سورہ انعام:۱۵۹)

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، پھر وہ ان کو بتائے گا وہ جو کچھ کرتے تھے۔

ان قرآنی ہدایات سے یہ واضح ہے کہ صراط مستقیم ہی اللہ کا بتایا ہوا سیدھا و منفرد راستہ ہے اور اس میں گروہ و فرقہ بندی کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ پچھلی امتوں میں جن لوگوں نے مختلف راہیں اور فرقے بنائے اس عمل کی تائید سے آپ ﷺ کو روک دیا گیا۔ اور اس تفرقہ کے عمل کے انجام کو اللہ کے حوالہ کیا گیا۔

امت محمدیہ میں بھی پچھلی امتوں کی طرح فرقہ و گروہ بنیں گے اس کی پیش گوئی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ پچھلی امت میں بہتر فرقے بنے تو اس امت میں اس سے زائد تہتر فرقے ہوں گے۔ امت محمدیہ کے تمام فرقے سیدھے راستے پر نہیں ہو سکتے کیوں کہ صراط مستقیم صرف ایک ہے اور اس راہ مستقیم کو اختیار کرنے والا ایک گروہ ہمیشہ تا قیامت باقی رہے گا۔ یہ بات بھی ثابت ہے۔

حدیث کی مختلف کتابوں میں یہ پیش گوئی موجود ہے:

"وتفترق أمتي على ثلاثة وسبعين ملة، كلهم في النار إلا ملة واحدة"(۱)

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ہر فرقہ جہنم میں جائے گا سوائے صرف ایک کے۔

یہ راہ نجات پر چلنے والے کون ہیں؟ ان کا منہج کیا ہے؟ ائمہ کرام اور سلف کے بارے میں ان کا کیا موقف ہے؟ وہ کن بنیادوں پر اپنے کو صحیح کہتے ہیں؟ ان تمام باتوں پر غور کیے بغیر ہم صحیح فیصلہ نہیں کر سکتے۔ صراط مستقیم اور راہ حق پانے کے لیے عقل اور سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ مختلف فرقوں کے دلائل کے جائزہ کے بعد راہ مستقیم کی تعیین آسان ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

(۱) سنن ترمذی (۲۶۴۱) یہ روایت حسن ہے۔ سلسلہ احادیث صحیحہ (۱۳۴۸) صحیح الجامع (۴۱۳۳-ترتیب)

افتتاحیہ

اپنی بات

مدیر

الحمد للہ، چند ماہ کے توقف کے بعد ماہنامہ ''محدث'' کا جدید شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔علمی اور تحقیقی مضامین ومقالات سے سجانے کی کوشش کی گئی ہے۔آغاز میں درس قرآن اور درس حدیث ہے۔تحقیقی مضامین میں مولانا رفیع احمد صاحب مدنی حفظہ اللہ کا ''رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنا یا باندھنا: ایک تحقیقی جائزہ'' ہے جو نہایت اہم اور وقیع معلومات پر مبنی ہے۔ ان کے علاوہ محبت اسلام کی نظر میں، طب نبوی اور جدید سائنس، فن حدیث کے شناور مولانا عبدالسلام مدنی، ولاء وبراء اسلام کی نظر میں، عالم اسلام اور باب الفتاوی کا کالم بھی شامل اشاعت ہے جو معلوماتی اور کافی دل چسپ ہیں۔اسے خود پڑھیے اور دوسروں کو پڑھنے کے لیے دیجیے۔یہ رسالہ آپ کا ہے اور آپ کے احباب اور دوستوں کا ہے۔ہمیں اپنے قارئین کرام سے قوی امید ہے کہ میگزین کی خوبیوں اور خامیوں سے مطلع کریں گے اور مزید بہتری کے لیے مفید مشورے دیں گے اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے اور اپنے تاثرات بھیجنا نہیں بھولیں گے۔

دارالتالیف والترجمہ بنارس (الہند) کے زیر اشراف شائع ہونے والا علمی آرگن ماہنامہ ''محدث'' کا اولین مقصد علم دین کی اشاعت وترویج ہے۔مذہب اسلام کی دعوت اور تبلیغ ہے۔کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ اور شوق پیدا کرنا ہے۔سلف صالحین کے منہج واصول کی غیر جانب دارانہ ترجمانی ہے۔عقیدہ کی اصلاح اور درستگی ہے۔سماج اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی انارکی کو دور کرنا ہے۔علم وعمل میں پائی جانے والی خرابیوں کو ختم کرنا ہے۔احکام ومسائل میں بدعات وخرافات کا استیصال ہے۔

واضح ہو کہ جن موضوعات پر علمی اور تحقیقی مضامین ومقالات شائع کرنے کا ارادہ ہے ان کا مختصر خاکہ نیچے دیا جارہا ہے، اسے گہری اور تنقیدی نگاہ سے پڑھیے، جو کمی اور تشنگی ہو اس سے آگاہ کیجئے۔اہل علم وقلم سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنے ذوق کے مطابق حوالوں سے مزین تحقیقی اور علمی مضامین ومقالات لکھ کر ''محدث'' کا تعاون کریں ہم بھی آپ کے ساتھ تعاون کریں گے، ان شاءاللہ۔

ماہنامہ ''محدث'' دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی میگزین ہے۔اس لیے اس میں انہی مضامین ومقالات کو جگہ دی جائے گی جو صحیح بنیادوں اور حوالوں کے ساتھ معیاری اور سلیس اردو زبان میں ہوں نیز سلف صالحین کے منہج وفکر کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوں یا کسی سماجی برائی اور بدعقیدگی کو ختم کرنے کی یا جن میں قومی مسائل کی بہتری کی بات کہی گئی ہو۔

وہ مضامین ومقالات جن میں کسی ذات کو نشانہ بنایا جائے یا کسی سماجی اور سیاسی پارٹی کی حمایت یا تنقید کی جائے، اس سے قطعاً احتراز کیا جائے گا، نیز ایسے مضامین میں جو غلط نظریات وافکار کے حامل ہوں یا دعوت دینے والے ہوں انہیں کسی بھی

حال میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

موضوعات کا خاکہ درج ذیل ہے:

۱- سلفی منہج کا تعارف، غلط فہمیوں کا ازالہ اور شکوک وشبہات کا تدارک۔

۲- اسلام کے محاسن کا تذکرہ۔

۳- سیرت رسول ﷺ۔

۴- اسلامی غزوہ وسریہ اور اس کے بارے میں نبی ﷺ کی ہدایات، دیگر مذاہب وتشدد کے بارے میں۔

۵- اسلام کی ابتدائی تاریخ مکی دور کے واقعات۔

۶- صحابہ کرام کے کارناموں کا تعارف۔

۷- ازواج مطہرات اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی سیرت اور ان کے کارنامے۔

۸- محدثین کرام کی خدمات کا تعارف۔

۹- ائمہ کرام کی خدمات کا تعارف اور ان کے بارے میں اہل حدیث کا نقطۂ نظر۔

۱۰- ادب اسلامی اور ان شعراء کا کلام جو قوم کی اصلاح کے لیے ہو۔

۱۱- اسلامی عبادات کے اصول اور طریقے اور ان کے لیے ہدایات نبوی۔

۱۲- اسلام کا عائلی نظام کتاب وسنت کی روشنی میں۔

۱۳- اولاد کی تربیت کے لیے اسلامی اصول۔

۱۴- تجارت ولین دین میں معاملات کی صفائی وایمان داری کے لئے اسلامی قوانین۔

۱۵- اسلام میں زکاۃ کا نظام اور غرباء پروری۔

۱۶- تعلیم سے متعلق اسلامی تعلیمات۔

۱۷- حرمین شریفین کے احکام ومسائل اور خطبۂ جمعہ کا ترجمہ۔

۱۸- اسلام کے مختلف ادوار میں علم کی خدمات اور کتب خانوں کا تعارف۔

۱۹- مختلف زبانوں میں مسلمانوں کے کام کا تعارف تعلیم کی ترویج واشاعت کے نقطۂ نظر سے۔

۲۰- مختلف میدانوں میں مسلمانوں کے کارہائے نمایاں کا تعارف۔

۲۱- دنیا میں رائج رسم ورواج وغلط عقائد کے سدباب کے لئے اسلامی تعلیمات کا تعارف۔

۲۲- گھر کے اندر کے آداب وصفائی وصحت اور غذا سے متعلق معلوماتی مضامین۔

۲۳- مدارس اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے مفید معلومات کی فراہمی۔

☆☆☆

علم کی اہمیت

ابوالمعتصم

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ، خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ، عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (العلق:۱-۵) اے پیغمبر! آپ پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے (ہر چیز) کو پیدا کیا۔اس نے انسان کو غلیظ منجمد خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے، آپ کا رب بے پایاں کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

یہ سورۃ العلق کی چند آیات ہیں جو ہادی عالم محسن انسانیت خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر سب سے پہلی وحی میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ آیات حکمت وموعظت، بصیرت افروز اور قابل توجہ امور پر مشتمل ہیں۔علم فلاح و بہبود کی کلید ہے۔ انسانی ترقی کی معراج ہے۔ جہالت سے نکال کر شعور وآگہی کی طرف لے جانے کا منبع ہے۔ لہذا پڑھنے پڑھانے اور اس کے جملہ مشمولات ومتعلقات کا کام اللہ رب العالمین کے نام سے ہونا چاہئے اس لیے کہ جو کچھ اللہ کے نام سے پڑھا پڑھایا جاتا ہے اس میں خیر وبرکت کا پہلو غالب رہتا ہے۔اللہ کا نام برکت والا ہے۔متعدد نصوص میں اللہ کا نام لے کر کام شروع کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم نافع وہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر مبنی ہو۔یہی وہ علم شرعی ہے جو مکلّف کو عبادات ومعاملات کی معرفت کا فائدہ دیتا ہے۔رب کائنات کی ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات پر ایمان لانے کا درس دیتا ہے اور ان چیزوں کا درس دیتا ہے جو احکم الحاکمین، مالک یوم الدین کے شایان شان ہیں۔اور ان چیزوں سے روکتا ہے جو رب قدیر کے لیے کسی بھی حال میں مناسب نہیں ہیں کیوں کہ اللہ تعالی تمام نقائص اور عیوب سے مبرا اور منزہ ہے۔

اللہ رب العالمین کے نام سے پڑھنے کا حکم دینے کے بعد دوبارہ ﴿اقرأ﴾ لاکر تعلیم کی اہمیت کو مزید آشکارا کیا گیا ہے۔معا بعد قلم کا تذکرہ کر کے قلم کی اہمیت کو دوچند کیا گیا ہے اور دونوں کو باہم مربوط کردیا گیا ہے جس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ علم اور قلم ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قلم،علم کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔امام قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: "القلم نعمة من الله عظيمة، لولا ذلك لم يقم دين، ولم يصلح عيش" (تفسیر القرطبی: ۱۲۰/۲۰) قلم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

☆☆☆

رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنا یا باندھنا: ایک تحقیقی جائزہ

مولانا رفیع احمد مدنی

رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے اور باندھنے کے بارے میں علماء میں کافی اختلاف ہے۔نصوص شرعیہ کی روشنی میں فاضل محترم مولانا رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ نے رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے کو اختیار کیا ہے اور متعدد احادیث نبویہ اور علمائے کرام کے اقوال وفرمودات کی روشنی میں اپنے موقف کو دلائل سے مبرھن کیا ہے۔اس پر شافعیہ، مالکیہ، احناف کی ایک بڑی تعداد عامل ہے۔شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری اور جامعہ سلفیہ کے مفتی اول مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی رحمہما اللہ کا یہی موقف ہے۔یہ مضمون پُرمغز اور وقیع ہے۔اس کی افادیت اور جامعیت کا اعتبار کرتے ہوئے اسے ایک ہی شمارہ میں شائع کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور اہل علم حضرات سے مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ اس معرکۃ الآراء موضوع پر قلم اٹھائیں اور اسے مزید منقح اور عمدہ انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

الحمد للہ، فاضل محترم مولانا رفیع احمد صاحب حفظہ اللہ علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔آپ جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد عالمی درس گاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اجلہ علمائے کرام سے کسب فیض کیا ہے۔آپ کا قلم تحقیقی اور پر از معلومات ہے۔امید ہے کہ ''محدث'' کے قارئین کو اپنی نئی تحقیقات اور پرمغز معلومات سے بہرہ ور کرتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ انہیں مزید دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔ (میم الف میم)

صلاۃ (نماز) ایک عبادت ہے اور عبادات توقیفی ہوتی ہیں اس لئے مصلی کی ہر حرکت اللہ کے رسول ﷺ سے منقول ہونی چاہئے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: صلوا كما رأيتموني أصلي (صحيح البخاري، كتاب الأذان، رقم الحديث: ٦٣١) یعنی جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح ادا کرنا۔

یہ مسئلہ کہ رکوع سے پہلے قیام کی حالت میں مصلی کا دایاں ہاتھ بائیں پر ہوتا ہے لیکن رکوع کے بعد ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے، اس کو ارسال کہا جاتا ہے۔یہ نقطہ نظر چالیس سال پہلے تک تقریباً اجماعی تھا، آج بھی شافعیہ، مالکیہ، احناف اور اہل حدیث عوام اور علماء کی بڑی تعداد اس پر عامل ہے۔ایک حنفی عالم علاء الدین کاسانی (۵۸۷ھ) نے

اس پر اجماع نقل کیا ہے، لکھتے ہیں: وأجمعوا على أنه لا يسن الوضع فى القيام المتخلل بين الركوع والسجود (البدائع والصنائع: ۱/۲۱۸، طبع دار الفكر بيروت) کہ اس پر اجماع ہے کہ رکوع وسجود کے درمیانی قیام میں ہاتھ باندھنا سنت نہیں ہے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ کاسانی نے اجماع سے یہ واضح کرنا چاہا ہے کہ حنفی مذہب کے تینوں اساطین امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا موقف ایک ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ تاویل دوراز کار ہے اور غالبًا کاسانی کی نقل حقیقی اجماع سے قریب تر ہے۔ مذکورہ بالا مسالک کے متبعین کے علاوہ امت میں کوئی بھی اس کی سنیت کا دعویدار نہیں تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے صرف یہ منقول ہے کہ ہاتھ باندھنے یا چھوڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مسائل صالح میں ہے:

"قلت: كيف يضع الرجل يده بعد ما يرفع رأسه من الركوع أيضع اليمنى على الشمال أم يسدلها؟ قال: أرجو أن لا يضيق ذلك إن شاء الله" یعنی صالح کہتے ہیں میں نے سوال کیا: رکوع سے اٹھنے کے بعد آدمی ہاتھ کیسے رکھے؟ کیا دائیں سے بائیں کو پکڑے رہے یا کھلا چھوڑ دے؟ امام احمد کا جواب تھا: امید کرتا ہوں کہ اس میں تنگی نہیں ہوگی، ان شاء اللہ۔ (مسائل صالح: ۲/۲۰۵، رقم المسئلہ: ۶۷۷)

فقہ حنبلی کی کتابوں میں جواز کا قول اسی روایت پر مبنی ہے، الانصاف للمرداوی میں ہے: قال الإمام أحمد: إذا رفع رأسه من الركوع إن شاء أرسل يديه وإن شاء وضع يمينه على شماله (الانصاف: ۲/۵۸، طبع دارالكتب العلمية، بيروت) یعنی امام احمد فرماتے ہیں کہ جب رکوع سے سر اٹھائے تو چاہے تو ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دے یا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لے۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب سنیت کا کوئی قائل نہیں تو عدم سنیت پر نقل اجماع حقیقت سے قریب تر ہوگا۔

دوسرا نقطہ نظر: بعض سلفی علماء وعوام اس بات کے قائل ہیں کہ رکوع کے بعد والے قیام میں بھی مصلی کو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ میری معلومات کی حد تک یہ طریقہ شیخ ابن باز کے اجتہاد سے شروع ہوا، شیخ کی اس فہم وتشریح سے چند شخصیتیں متاثر ہوئی ہیں اور ان کا موقف بھی وہی ہے۔ ان میں شاہ بدیع الدین راشدی اور شیخ عثیمین کافی مشہور ہیں۔ اس کیفیت کو "قبض الید بعد الرکوع" یا "قبض" کہا جاتا ہے۔

ارسال کیوں؟

ارسال پر عمل کرنے والوں کا موقف یہ ہے کہ چونکہ "وضع الید/قبض الید" کی کیفیت کسی حدیث سے منقول نہیں ہے اس لئے ارسال پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ وہی اصل ہے جہاں قبض یا کسی خاص کیفیت کا تذکرہ نہیں وہاں اصلی کیفیت پر عمل ہوگا۔

وہ تمام احادیث جو "قبض الید بعد الرکوع" کے سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں یا تو سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کی جاتی ہیں یا مطلق کیفیت کو غلط تاویل کے ذریعہ نئے معانی دیئے جاتے ہیں۔

اسی لئے شیخ البانی صاحب نے اس کیفیت کو بدعت قرار دیا ہے۔ صفۃ صلاۃ النبی (ص:۱۲۰) میں لکھتے ہیں: لا أشك فی أن وضع الیدین علی الصدر فی هذا القیام بدعة ضلالة لأنه لم یرد مطلقا شیء من أحادیث الصلاة وما أكثرها. یعنی مجھے اس میں شک نہیں کہ رکوع کے بعد والے قیام میں ہاتھ باندھنا بدعت اور ضلالت ہے کیونکہ حدیثوں کی کثرت کے باوجود کسی میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۵/۳۰۹) میں لکھتے ہیں:

"لكنه لما فصلت تلك الجملة عن محلها من الحدیث أوهمت الوضع بعد الرفع فقال به بعض أفاضل العلماء المعاصرین دون أن یكون لهم سلف من السلف الصالح فیما علمت" یعنی جب حدیث کا یہ جملہ سیاق وسباق سے ہٹا دیا گیا تو یہ وہم پیدا ہوا کہ رکوع سے اٹھ کر وضع کی کیفیت بیان کی گئی ہے، اسی کو بعض فاضل علماء معاصرین نے اختیار کر لیا ہے حالانکہ میری معلومات کی حد تک اس مسئلہ میں ان کا سلف میں کوئی پیشوا نہیں ہے۔

وضع یا قبض کے دلائل:

اس سلسلہ میں سب سے اہم دلیل یہ ذکر کی جاتی ہے کہ صلاۃ میں ہاتھ کھلا چھوڑ دینا حرام ہے اس لئے رکوع سے اٹھ کر ہاتھ کو باندھ لینا چاہئے۔ اس موقف کی تائید میں درج ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے۔

أن رسول الله صلى الله علیه وسلم نهى عن السدل فی الصلاة، وأن یغطی الرجل فاه.

یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سدل سے منع کیا ہے اور یہ بھی ممنوع ہے کہ آدمی اپنا منہ ڈھانپ لے۔

یہ حدیث ابوداود (رقم الحدیث:۶۴۳)، ترمذی (رقم الحدیث: ۳۷۸)، مستدرک حاکم (۱/۲۵۳)، ابن خزیمہ (۲/۱۲ حدیث نمبر:۲۷۷، طبع دار میمان ریاض) اور دوسری حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہیں صرف سدل والا ٹکڑا اور کہیں انہی الفاظ کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ جو حضرات اس حدیث سے "قبض الیدین" پر استدلال فرماتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ سدل کا لغوی معنی لٹکانا اور کھلا چھوڑ دینا ہے۔ اس طرح ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دینا بھی اس میں شامل ہے۔ اس طرح یہ حرام ہو جاتا ہے کہ ہاتھوں کو لٹکایا جائے اور ضروری ہو جاتا ہے کہ قبض ید کیا جائے۔ یہ استدلال کئی وجوہ سے نا قابل قبول ہے۔

سدل کا لغوی معنی اور حدیث کا مفہوم:

سدل کا لغوی معنی اور پھر اس حدیث میں خاص طور پر سدل کن معنوں میں آیا ہے ائمہ لغت اور حدیث نے اس کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

امام خطابی (م۳۸۸ھ) لکھتے ہیں: السدل: إرسال الثوب حتى یصیب الأرض (معالم السنن للخطابی:۱/۱۵٤، طبع دار الكتب العلمیة، بیروت) یعنی سدل یہ ہے کہ کپڑے کو اس طرح چھوڑ دیا جائے کہ زمین تک پہنچ جائے۔

غریب الحدیث اور مطالب حدیث کے بیان کرنے میں خطابی کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ خطابی کا یہ قول لغت اور شرح حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں

منقول ہے۔

قاضی عیاض (م۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:(س،د، ل) قوله: سدل رسول الله صلى الله عليه وسلم ناصيته وكان يسدل شعره...بفتح الياء، سدلت المرأة شعرها وثوبها: إذا أرسلته، ومنه: السدل فى الصلاة، وهو إرخاء الثوب من المنكبين إلى الأرض ولا يضم جوانبه.(مشارق الأنوار۲/٤٧٧) یعنی آپ ﷺ اپنی پیشانی کھلا چھوڑ دیتے تھے اور بالوں کو کھلا چھوڑ دیتے، یسدل یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔کہا جاتا ہے کہ عورت نے اپنے بال اور کپڑے چھوڑ دیئے،اسی مادہ سے صلاۃ میں ’’سدل‘‘ بھی ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ کپڑوں کو کندھوں پر لٹکا کر چھوڑ دیا جائے کہ زمین تک پہنچ جائے اوران کے کناروں کوسمیٹانہ جائے۔

ابن قرقول(۵۶۹ھ) لکھتے ہیں: سدل رسول الله صلى الله عليه وسلم ناصيته، وهو إرسال الشعر على الوجه من غير تفريق. وكذلك السدل فى الصلاة: إرخاء الثوب على المنكبين إلى الأرض دون أن يضم جوانبه. (مطالع الأنوار:٥/٤٧٢) یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پیشانی پرسدل کیا۔جس کا مفہوم چہرے پر بال کھلا چھوڑ دیا جانا ہے۔اسی طرح صلاۃ میں سدل کا مطلب یہ ہے کہ کندھوں سے کپڑے کو زمین تک لٹکا دیا جائے اور کناروں کوسمیٹانہ جائے۔

ان علماء سے ابوعبید قاسم بن سلام ہروی (م۲۲۴ھ) لکھتے ہیں:فى حديثه عليه السلام: أنه خرج فرأى قوما يصلون، قد سدلوا ثيابهم. فقال: كأنهم اليهود، خرجوا من فهرهم. یعنی علی رضی اللہ عنہ ایک دن نکلے تو دیکھا کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اوراپنے کپڑے لٹکا رکھے ہیں۔آپ نے فرمایا: گویا کہ یہ یہود ہیں جوابھی اپنی عبادت گاہ سے نکلے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:والسدل: هو إرسال الرجل ثوبه من غير أن يضم جانبيه، فإن ضمه فليس بسدل. یعنی سدل یہ ہے کہ انسان اپنا کپڑا کناروں کوسمیٹے بغیر کھلا چھوڑ دے،ان کناروں کوسمیٹ لے تو سدل نہیں ہے۔(غریب الحدیث:۲/۱۵۶)

ان سے بھی پہلے خلیل احمد(م۱۷۵ھ) نے العین میں لکھا: السدل: شعر منسدل، كثير طويل، وقع على الظهر وكره السدل فى الصلاة هو إرخاء الثوب من المنكبين إلى الأرض. (العين: ۷/۲۲٥) سدل سے شعر منسدل مراد ہے خوب لمبے بال جو پشت پر گرتے ہوں۔نماز میں سدل کو مکروہ قرار دیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کپڑوں کوکندھوں سے زمین پر لٹکانا۔

مشہور نحوی احمد بن فارس(م۳۹۵ھ) نے لکھا: والسدل: إرخاء الثوب فى الأرض، وشعر منسدل على الظهر. والسدل: الستر. (مجمل اللغة:۳۷۳، طبع دار الفكر بيروت) کہ آپ کے زمین تک کپڑا لٹکانے کوالسدل کہا جاتا ہے، پیٹھ پر لٹکے ہوئے بالوں کوشعر منسدل کہتے ہیں اور پردہ کوبھی ’’سدال‘‘ کہتے ہیں۔

اپنی دوسری کتاب مقاییس اللغۃ میں لکھتے ہیں: السين والدال واللام أصل واحد، يدل على نزول الشيء من علو إلى سفل ساترا له... والسدل: إرخاء ك الثوب فى الأرض، والسدل: الستر. (مقاييس اللغة ص:٤٣٥ طبع دار الحديث قاهره) سین، لام اور دال ایک ہی اصل ہے جس کا معنی ہوتا ہے: کوئی چیز چھپاتے ہوئے اوپر سے نیچے آتی ہے...اور السدل: آپ کے زمین پر کپڑا لٹکانے کو کہا جاتا ہے۔ پیٹھ پر لٹکتا ہوا بال (شعر منسدل) اسی مادہ سے ہے، پردہ کو بھی سدل کہتے ہیں۔

زمخشری (م۵۳۸ھ) لکھتے ہیں: على عليه السلام رأى قوما يصلون وقد سدلوا ثيابهم فقال: كأنهم اليهود خرجوا من فهرهم.

سدل هو إرخاء الثوب من غير أن يضم جانبيه. (الفائق: مادہ: س د ل) یعنی علی رضی اللہ عنہ نے جب کچھ لوگوں کو دیکھا کہ نماز پڑھتے ہوئے کپڑے لٹکائے ہوئے ہیں تو کہا لگتا ہے کہ یہود ہیں جو اپنی عبادت گاہ سے باہر آئے ہیں۔ اور سدل یہ ہوتا ہے کہ کپڑا دونوں کناروں کو سمیٹے بغیر لٹکا دیا جائے۔

اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں: سدل الثوب سدلا: أرخاه وسدلت شعرها وسترها. (أساس البلاغة ص:٢٩٠) کپڑا جب لٹکایا جائے تو اس کو سدل کہتے ہیں، یہی جب عورت اپنے بال یا پردے کو لٹکائے۔

ابن الاثیر الجزری (م۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: نهى عن السدل فى الصلاة، هو أن يلتحف بثوبه ويدخل يديه من داخل، فيركع ويسجد وهو كذلك. وكانت اليهود تفعله فنهوا عنه، وهذا مطرد فى القميص وغيره من الثياب.

وقيل: هو أن يضع وسط الإزار على رأسه، ويرسل طرفيه عن يمينه وشماله من غير أن يجعلها على كتفيه.

ومنه حديث علي...ومنه حديث عائشة: إنها سدلت قناعها وهى محرمة. أى أسبلته. (النهاية:٢/ ٣٢٠)

نماز میں سدل سے منع کیا گیا ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ خود کو کپڑے میں لپیٹ لے اور ہاتھ اندر کر لے اور اسی طرح رکوع اور سجدہ کرے۔ یہود اس طرح کرتے تھے اس لئے روکا گیا۔ یہ کیفیت قمیص اور دوسرے کپڑوں میں ہو سکتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سدل یہ ہے کہ تہہ بند کو بیچ سے سر پر لٹکا دے کہ دائیں بائیں جھولتا رہے اور کوئی حصہ کندھے پر نہ ہو۔ (یہ سدل کی دو مختلف صورتیں ہوئیں)

اسی مادہ سے سدل حضرت علی سے مروی ہے...اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آیا ہے کہ وہ احرام کی حالت میں اپنا گھونگھٹ نیچے کر لیتی تھیں۔

ابن منظور (م۷۱۱ھ) نے یہ سارے اقوال جمع کر دیئے: سدل الشعر والثوب والستر يسدله ... أرخاه وأرسله. کپڑا، بال اور پردہ جب لٹکایا جائے تو سدل کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس کے بعد ابو عبید کا پورا قول، حضرت عائشہ والا اثر اور ابن اثیر کی پوری عبارت نقل کی ہے۔ اس کے بعد سدل

الشعر اور اس کے متعلقات کا ذکر ہے کہ یہ بالوں کو چھوڑ/کھول دینے کے معنی میں آتا ہے۔

سدول ہودج پر پڑے کپڑے کو کہتے ہیں اور سدل پردہ کے کپڑے کو کہا جاتا ہے: السدول والسدول: ما جلل به الهودج من الثياب...السدل والسدل: الستر. (لسان العرب، ماده س، د، ل)

علامہ طاہر فتنی (م۱۸۶ھ) مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں: سدل: منه نهى السدل فى الصلاة، هو أن يلتحف بثوبه الخ ابن اثیر کی پوری عبارت نقل کی ہے۔ پھر سدل بمعنى إرسال شعر ناصيته على الجبهة (سدل بال پیشانی پر لٹکنے کو کہتے ہیں) (مجمع بحار الانوار: ۳/ ۵۷-۵۶)

متاخرین شراح حدیث سب تقریباً کم وبیش یہی معانی ذکر کرتے ہیں۔

شوکانی (م۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں: قال صاحب النهاية: هو أن يلتحف الخ...قال الجوهرى: سدل ثوبه يسدله بالضم سدلا: أى أرخاه. وقال الخطابى: السدل إرسال الثوب حتى يصيب الأرض، فعلى هذا السدل والإسبال واحد. قال العراقى: ويحتمل أن يراد بالسدل: سدل الشعر ومنه حديث ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم سدل ناصيته. وفى حديث عائشة: أنها سدلت قناعها وهى محرمة، أى أسبلته اهـ. ولا مانع من حمل الحديث على جميع هذه المعانى إن كان السدل مشتركا بينها وحمل المشترك على جميع معانيه هو المذهب القوى. (نيل الأوطار: ۲/ ۸۷)

صاحب نہایہ کا قول یہ ہے کہ سدل یہ ہے کہ خود کو کپڑے میں لپیٹ لے (یہ پورا قول مع ترجمہ ذکر کیا جا چکا ہے) علامہ جوہری کا کہنا ہے کہ سدل ثوبہ کا مطلب ہے کہ کپڑے لٹکا دیا۔ خطابی: کپڑے کا لٹکانا کہ زمین تک پہنچ جائے، سدل کا معنی بتلاتے ہیں۔ عراقی نے کہا: سدل الشعر (بال کھلا چھوڑ دینا بھی) کو بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ ابن عباس کی حدیث کا یہی معنی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر بھی ہے کہ وہ اپنا گھونگھٹ گرا لیا کرتی تھیں۔ سدل کے معانی اگر مشترک ہیں تو یہ سارے معانی مراد ہو سکتے ہیں جو سدل میں مشترک ہوں۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ شوکانی نے صرف کپڑے لٹکانے کی مختلف شکلوں کا ذکر کیا ہے۔

صاحب تحفۃ الاحوذی نے (۲/۳۹۴-۳۹۳) ابن اثیر اور ابوعبید کے قول کے ساتھ عراقی کا قول اور شوکانی کا فیصلہ ذکر کیا ہے۔ صاحب عون المعبود نے (۱/۴۴۱-۴۴۰) خطابی، ابن اثیر، جوہری اور ابوعبید کا قول ذکر کیا ہے ساتھ ہی صاحب نیل کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

صاحب مرعاۃ نے (۱/۴۸۰) کم وبیش یہی اقوال نقل کئے ہیں۔

مناوی صاحب فیض القدیر (م۱۰۳۱ھ) کی عبارت بھی ملتی جلتی ہے تاہم علامہ مناوی نے ابن اثیر کی عبارت کو اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے، اس طرح ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دوسرے شراح حدیث سے ہٹ کر ایک نئی تعریف کی ہے۔

پہلے مناوی کے الفاظ دیکھتے ہیں، لکھتے ہیں: نهى عن السدل فى الصلاة، أى إرسال الثوب حتى يصيب الأرض. وخص الصلاة مع أنه منهى عنه مطلقا لأنه من الخيلاء، وهى فى الصلاة أقبح. فالسدل مكروه مطلقا، وفى الصلاة أشد. والمراد سدل اليد: وهو إرسالها أو أن يلتحف بثوبه، فيدخل يديه من داخله فيركع ويسجد وهو كذلك كما هو شان اليهود. أو أراد سدل الشعر فإنه ربما ستر الجبهة وغطى الوجه. (فيض القدير:٦/٣١٥)

یعنی سدل اس کو کہتے ہیں کہ کپڑے کو اس طرح چھوڑ دیا جائے کہ زمین تک پہنچ جائے۔ نماز میں خاص طور پر منع کرنے کی وجہ باوجودیکہ یہ کیفیت مطلقاً منع ہے، یہ ہوسکتی ہے کہ یہ تکبر کی وجہ سے منع ہے اس لئے نماز میں اس کی قباحت بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح سدل تو مطلقاً مکروہ ہے مگر نماز میں اور زیادہ مکروہ ہے اور مراد سدل الید ہے جو ہاتھ لٹکانا ہے یا یہ کہ آدمی اپنے کپڑے کو اوڑھ لے پھر اس کے اندر اپنے ہاتھ داخل کرلے اور اسی طرح رکوع اور سجدہ کرے جیسا کہ یہود کا طریقہ تھا، یا بالوں کو کھلا چھوڑ دینا مراد ہے کیونکہ یہ بسا اوقات پیشانی اور چہرے کو ڈھانپ لیتا ہے۔

علامہ مناوی بہرحال متاخرین میں ہیں جن کا اعتماد قدماء کے بیان کئے ہوئے معانی پر ہوتا ہے، انہوں نے خطابی، ابن اثیر اور علامہ عراقی کے بیان کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے اسی لئے پہلا معنی تو وہی خطابی کے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور اس کی مزید تشریح کی ہے، پھر ابن اثیر اور ابوعبید کے بیانات کو اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ قرار دیا ہے کہ اس سے ہاتھ لٹکانا مراد ہوسکتا ہے اور ''سدل الید'' کا معنی بیان کیا ہے، پھر تیسرے احتمال کے طور پر عراقی کا احتمال اس سے بال لٹکانا بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

ترجیحی طور پر مناوی نے وہی قول ذکر کیا ہے جو دوسرے علماء نے پہلے بیان کئے ہیں۔ سدل کا استعمال ''ارسال'' کے معنی میں ہوتا ہے جس کا لغت کی کتابوں میں تذکرہ ہے لیکن جس چیز کا ارسال مطلوب ہو اس کا ذکر کیا جاتا ہے مثلاً ''سدل الشعر''۔ خاص طور سے اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے جس کا ذکر ابن فارس نے مقاییس اللغۃ میں کیا ہے (۱) اس میں اوپر سے نیچے کی طرف نزول ہونا چاہئے (۲) دوسرے یہ کہ وہ چیز نازل ہوتے ہوئے ساتر کا کام کرے۔ یہ اس مادہ کی خصوصیت ہے۔

پیر لٹکانے اور ہاتھ جھلانے کے لئے سدل الرجل اور سدل الید کا استعمال ہوتا ہے تو یہ اس لفظ کا حقیقی مطلب نہیں ہے۔ اسی لئے علامہ شوکانی نے سدل فی الصلاۃ کے لئے کپڑوں کے مختلف طرح سے لٹکانے کی سب شکلوں کو داخل کرنے کی بات کی ہے، سدل شعر (بال لٹکانے) کا تذکرہ بھی کیا ہے مگر وہ شکل نہی میں داخل نہیں خاص طور سے جب یہ حدیث ملحوظ رہے کہ بال باندھ کر نماز پڑھنا منع ہے۔

بہرحال شوکانی نے جہاں اس بات کا تذکرہ کیا ہے مشترک کے سارے معانی مراد ہوں گے اور یہی قوی مسلک ہے، وہاں سدل کے معنی کی تعیین نہیں کی ہے بلکہ ''إن'' سے مشروط کردیا ہے۔ پھر چند سطروں کے بعد سدل ثیاب کو حقیقی معنی قرار دیا ہے، لکھتے ہیں: والحدیث یدل

على تحريم السدل فی الصلاة لأنه المعنى الحقيقي، وكرهه ابن عمر ومجاهد الخ... کہ حدیث نماز میں سدل کی حرمت کے لئے ہے کہ یہی حقیقی معنی ہے ابن عمر، مجاہد، نخعی، ثوری، شافعی نماز اور غیر نماز میں اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ (۲/ ۸۷)

اس طرح کپڑا لٹکانا اس کا حقیقی معنی ہے۔ اس طرح سدل الید اور سدل الرجل کو مشترک نہیں مانا جا سکتا۔ لغت سے ہٹ کر اصطلاحی اور شرع کی اصطلاح ہے۔

ان ساری نقول میں السدل فی الصلاۃ کا ایک ہی مفہوم ذکر کیا گیا ہے کہ مختلف طرح سے کپڑا لٹکایا جائے، اگرچہ سدل اگر کسی اور چیز کے ساتھ مثلاً الشعر (بال) الید (ہاتھ) الرجل (پیر) کے ساتھ استعمال ہو تو لٹکانے کا معنی مراد ہو سکتا ہے تاہم حدیث نہی السدل فی الصلاۃ کا ایک ہی مفہوم سارے شراح حدیث اور علماء اللغہ نے ذکر کیا ہے کیونکہ یہی حقیقی معنی ہے۔ دوسرے معانی میں استعمال سے اشتراک بہر حال لازم نہیں آتا ہے، یوں بھی مشترک کا اطلاق بیک وقت سارے معانی میں ہونا شوکانی کا اپنا خیال ہے، دوسرے اصولیوں کو اس سے اختلاف ہے۔ قرء کا لفظ طہر اور حیض میں مشترک ہے مگر دونوں معانی کا اطلاق بیک وقت ناممکن ہے۔ ابن المنذر نے الاوسط میں انہیں ابواب میں ذکر کیا ہے۔

محدثین کے نزدیک حدیث سدل کا مطلب:

تمام محدثین کرام جنہوں نے یہ حدیث ذکر کی ہے انہوں نے صراحۃً یا عملاً اس کا ایک مفہوم بیان کیا ہے۔ امام ترمذی نے یہ حدیث: باب ما جاء لا تقبل صلاة إمرأة إلا بخمار" کہ عورت کی نماز خمار کے بغیر قابل قبول نہیں۔ ترمذی لکھتے ہیں:

فكره بعضهم السدل في الصلاة، وقالوا هذا تصنع اليهود، وقال بعضهم: إنما كره السدل في الصلاة إذ لم يكن عليه إلا ثوب واحد، فأما إذا سدل على القميص فلا بأس.
بعض بعض ائمہ نماز میں سدل کو مکروہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا یہود کرتے تھے، لیکن بعض دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ لٹکانا صرف اس وقت مکروہ ہوگا جب صرف ایک ہی پہن رکھا ہو لیکن قمیص پر لٹکایا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۸)

امام ابوداود نے "جماع ما يصلى فيه" میں ذکر کیا ہے وہ ابواب جن میں اس کا ذکر ہے کہ کس (کپڑے) میں نماز ادا کی جائے، اس سے پہلے کا باب "باب المرأة تصلي بغير خمار" ہے، عورت کا دوپٹہ کے بغیر نماز پڑھنا، اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں: عبد الله بن جريج قال: أكثر ما رأيت عطاء يصلى سادلا.
کہ میں نے اکثر دیکھا کہ عطاء کپڑا لٹکائے (السدل) نماز پڑھتے تھے۔ یہ اثر اس حدیث کو ضعیف بنا دیتی ہے۔ (سنن ابی داود، رقم: ۶۴۴-۶۴۳)

امام ابن خزیمہ نے "جماع أبواب اللباس" میں ذکر کیا ہے۔ (۲/ ۱۲، طبع دار میمان، ریاض)

امام حاکم نے "باب إذا صلى أحدكم في الثوب الواحد" کے بعد ذکر کیا ہے۔ (۱/ ۲۵۳)

امام دارمی نے "باب الصلاة في ثياب النساء"

(عورتوں کے کپڑے میں نماز) کے بعد ذکر کی ہے۔(سنن دارمی:۱/ ۳۱۹-۳۲۰)

ابن حبان نے ایک کپڑے میں نماز کے جواز کے بعد باب باندھا ہے، باب کا عنوان ہے: ذكر الأمر للمصلى فى الثوب الواحد بالمخالفة بين طرفيه على عاتقه إذ لا اتساع فيه من غير المخالفة بين طرفيه لا يخلو من السدل أو اشتمال الصماء" (الإحسان بترتيب ابن حبان:٤/ ٢٨) کہ اس امر کا بیان کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے والا شخص کپڑے کو دونوں طرف سے کندھوں پر ڈال لے، کیونکہ اگر ایک کپڑا میں نماز ادا کر رہا ہے اور کندھوں پر نہیں ڈالا ہے تو یہ کیفیت سدل اور اشتمال صماء کی ہوسکی ہے۔(حدیث کو من جملہ منہیات میں ذکر کیا ہے) نمبر:۲۲۸۶.

اس سے پہلے امام بیہقی نے جماع أبواب لبس المصلى. میں ذکر کیا ہے کہ نمازی کے لباس کا بیان (سنن کبری للبیہقی :۲/۲۲۳-۲۲۴) امام بیہقی نے مزید توضیح کے لئے قاسم بن سلام کا قول بھی ذکر کیا ہے۔

مجد الدین ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں ابواب ستر العورة -شرمگاہ چھپانے کے ابواب- میں ذکر کیا ہے۔مشکوۃ میں بھی باب الستر الفصل الثانی میں ذکر کیا ہے۔

ان تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ سدل ممنوع سے مراد کپڑا کا لٹکنا اور لٹکانا ہے۔احادیث کے مفہوم کے تعین میں محدثین کرام کے نقطہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ورنہ نئی تاویلات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

علی رضی اللہ عنہ کا اثر اہل لغت نے نقل کیا ہے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ سدل مکروہ کپڑے میں مراد ہے، اس طرح کی ایک روایت عبدالرزاق نے نقل کی ہے(۱/ ۳۶۳)مر النبى صلى الله عليه وسلم برجل قد سدل ثوبه وهو يصلى، فعطف ثوبه عليه" آپ ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے کپڑے لٹکا رکھے تھے اور نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے اس کے کپڑے سمیٹ دیئے۔ یہ روایت بیہقی میں بھی ہے۔(۱/ ۲۴۳) یہ راویت اگر چہ ضعیف ہے تاہم سدل کے معنی متعین کرنے میں اہمیت رکھتی ہے۔اہل لغت کے اقوال سے بڑھ کر حجت ہوگی۔

فقہاء کے نزدیک سدل کا مفہوم:

اسی حدیث کو بنیاد بنا کر فقہاء کرام نے نماز میں سدل کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔احناف، شافعیہ اور حنابلہ کا ایک ہی موقف ہے۔

ابن قدامہ (م ۶۲۰ ھ) لکھتے ہیں: يكره السدل، وهو أن يلقى طرف الرداء جانبين، ولا يرد أحد طرفيه على الكتف الأخرى، ولا يضم الطرفين بيديه... وقد روى عن أبى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن السدل فى الصلاة. (المغنى:٢/ ٢٩٨-٢٩٧، طبع دار عالم الكتب، رياض) سدل مکروہ ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ چادر کے کناروں کو چھوڑ دیا جائے، کوئی کونہ کندھے پر نہ پڑتا ہو اور نہ کناروں کو ہاتھوں سے سمیٹے...ابو ہریرہ سے روایت کی گئی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سدل سے منع کیا ہے۔

ابواسحاق شیرازی شافعی (م ۴۷۶ ھ) لکھتے ہیں:

ويكره أن يسدل فى الصلاة وفى غيرها وهو أن يلقى طرفى الرداء من الجانبين لما روى عن على بن أبى طالب كرم الله وجهه أنه رأى قوما سدلوا فى الصلاة، فقال: كأنهم يهود خرجوا من فهورهم. (المهذب:١/٢٢٠، طبع دارالمعرفة، بيروت) سدل مکروہ ہے نماز کے اندر اور باہر، اس کا طریقہ یہ ہے کہ چادر کے دونوں کناروں کو دونوں طرف سے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز میں سدل کرتے دیکھا تو کہا کہ گویا یہود ہیں جو اپنے دینی مدرسوں سے باہر نکلے ہیں۔

امام نووی (م۶۷۶ھ) لکھتے ہیں: قال أهل اللغة هو: أن يرسل الثوب حتى يصيب الأرض وكلام المصنف محمول على هذا. قال البيهقى روينا عن أبى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن السدل فى الصلاة. (المجموع شرح المهذب:٣/١٨١-١٨٢ مع تكملة المطبعى) اہل لغت کہتے ہیں کہ سدل اس کو کہتے ہیں کہ کپڑا کھلا چھوڑ دیا جائے اس طرح کی زمین چھونے لگے۔ مصنف (شیرازی صاحب المہذب) کا یہی خیال ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ ہم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سدل سے منع کیا ہے۔

مرغینانی (م۵۹۳ھ) نے ہدایہ میں لکھا ہے: ولا يسدل ثوبه لأنه عليه السلام نهى عن السدل، وهو أن يجعل ثوبه على رأسه وكتفه، ثم يرسل أطرافه من جوانبه. (الهداية مع الفتح:١/٤٢٤) اور کپڑے سدل نہ کرے کیونکہ آپ ﷺ نے سدل سے منع کیا ہے۔ سدل کہتے ہیں اپنا کپڑا سر اور کندھوں پر ڈال لے پھر کھلا چھوڑ دے۔

طحاوی حنفی (م۱۲۱۳ھ) نے دعوی کیا ہے کہ: هو فى اللغة الإرخاء والإرسال، وفى الشرع الإرسال بدون لبس المعتاد. (حاشية الطحاوى على مراقى الفلاح:٢٨٥)) کہ لغوی معنی توڈھیلا کرنا اور کھلا چھوڑ دینا ہے تاہم شرع میں وہ لباس جو عام طور سے نہ استعمال کیا جائے اس کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو سدل قرار دیا جائے گا۔ اس طرح کی عبارتیں فقہ کی سیکڑوں کتابوں سے نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان سب کا ایک مفہوم ہے کہ ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ "سدل" جس کو نماز میں مکروہ قرار دیا گیا یہی ہے کہ کپڑوں کو مختلف طرح اوڑھا جائے۔ اس حدیث سے رکوع کے بعد سینہ پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

وائل بن حجر کی روایت کے مختلف الفاظ:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعض الفاظ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ روایتیں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے پر دلالت کرتی ہیں، اصل میں اس میں سے چند روایات کو سیاق وسباق سے ہٹ کر پڑھا جاتا ہے پھر بھی کہیں یہ تصریح موجود نہیں کہ رکوع کے بعد آپ نے ہاتھ باندھے، آیئے ان روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ روایتیں دو مختلف طریقوں سے منقول ہیں:

پہلی سند: عن عبدالجبار بن وائل عن

علقمة بن وائل ومولى لهم أنهما حدثاه عن أبيه وائل بن حجر:

أنه رأى النبى صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل الصلاة، كبر—وصف همام حيال أذنيه— ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى، فلما أراد أن يركع أخرج يديه من الثوب، ثم رفعهما، ثم كبر، فركع. فلما قال: سمع الله لمن حمده رفع يديه فلما سجد سجد بين كفيه. (مسلم، حديث نمبر:٨٩٤، مسند أحمد ٤/٣١٨–٣١٧، رقم الحديث: ٥٨٦٦، سنن الكبرى للبيهقى ٢/٢٨،٧١، أبوعوانة ٢/١٠٦–١٠٧)

انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہی۔ ہمام نے بتایا کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ کان کی لو کے مقابل میں تھے، پھر کپڑا لپیٹا اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا پھر رکوع کے لئے کپڑے سے ہاتھ باہر کئے پھر تکبیر پکار کر رکوع کیا، جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ہاتھ اٹھائے تو ہتھیلیوں کے بیچ میں سجدہ کیا۔

یہی روایت مزید تفصیل کے ساتھ عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر آئی ہے، کہتے ہیں: لأنظرن إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلى، قال: فنظرت إليه، قام فكبر ورفع يديه حتى حاذتا أذنيه، ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفيه اليسرى، والرسغ والساعد. ثم قال: لما أراد أن يركع رفع يديه مثلها، ووضع يديه على ركبتيه، ثم رفع رأسه، فرفع يديه مثلها، ثم سجد فجعل كفيه بحذاء أذنيه، ثم قعد مفترش رجله اليسرى فوضع كفه اليسرى على فخده وركبته اليسرى، وجعل حد مرفقه الأيمن على فخذه اليمنى، ثم قبض بين أصابعه، فحلق حلقة ثم رفع إصبعه، فرأيته يحركها يدعو بها، ثم جئت بعد ذلك فى زمان فيه برد، فرأيت الناس عليهم الثياب تحرك أيديهم من تحت الثياب من البرد.

یہ مسند احمد کے الفاظ ہیں (۴/۳۱۸، رقم الحدیث: ۱۸۸۷۰) ابوداود نے ملتے جلتے الفاظ میں ذکر کیا ہے (رقم الحدیث:۷۲۶) سنن نسائی نحوہ (رقم الحدیث:۸۹۰) بیہقی نے ابتدائی اور آخری حصہ ذکر کیا ہے۔ (۲/۲۸) پھر (۲/۷۱) میں پوری حدیث ذکر کی ہے۔ اس کا ترجمہ ہے:

میں نے کہا کہ میں ضرور اللہ کے رسول ﷺ کی نماز دیکھوں گا کہ آپ کیسے ادا کرتے ہیں، پھر میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کھڑے ہوئے تکبیر کہی اور ہاتھ یہاں تک اٹھایا کہ کانوں کی لو تک پہنچ گئے، پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا جو کلائی کے جوڑ اور ہاتھ تک تھا، پھر کہا: جب آپ نے رکوع کا ارادہ کیا تو پہلے کی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور پھر دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے، پھر سر اٹھایا اور ہاتھوں کو اسی طرح اٹھایا پھر سجدہ کیا تو ہتھیلیوں کو کانوں کے مقابل میں رکھا پھر بیٹھے تو بائیں پیر کو بچھالیا اور بائیں ہتھیلی کو ران اور بائیں گھٹنوں پر رکھا اور دائیں ہاتھ کی کہنی کے کنارے کو دائیں ہاتھ پر رکھا پھر انگلیوں کو

سمیٹ کر حلقہ بنایا، پھر انگلی اٹھائی دعا کرتے ہوئے ہلاتے رہے، اس کے بعد پھر میں سردی کے موسم میں آیا تو دیکھا لوگوں کے ہاتھ چادر کے اندر ہل رہے تھے سردی کی وجہ سے۔

حدیث دونوں طریقوں سے واضح ہے، کہیں دور نزدیک سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ آپ نے رکوع کے بعد ہاتھ باندھا، بلکہ بڑی وضاحت کے ساتھ کہا کہ آپ نے تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے، اس کے لئے تمام روایتوں میں ثم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو بالاتفاق ترتیب کے لئے آتا ہے جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ نماز شروع کرنے کی کیفیت کا بیان ہے جو بہرحال قبل الرکوع ہے۔ حدیث میں ہر حرکت بالترتیب بیان کی گئی ہے، رفع الیدین کا ذکر اسی لئے تین جگہوں پر ہے۔ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا اگر تھا تو اس کا ذکر بھی ہونا چاہئے تھا۔

مختلف روایات:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ مکمل روایت ہے، بعد میں راویان حدیث نے حسب ضرورت مختلف جگہوں پر اختصار اور اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے، کسی نے صرف رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔(ابوداود:۷۲۴) کسی نے رفع یدین کی کیفیت مع تکبیر تحریمہ ذکر کی ہے۔(ابوداود:۷۲۵۷) کسی نے ......کپڑے کے اندر سے رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔(۷۲۹) پھر رکوع، سجود، تشہد وغیرہ کے بیان میں متعلقہ حصہ ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں بعض مختصر روایتوں میں ہاتھ باندھنے کا ذکر یا صرف اسی کا ذکر ہے کیونکہ اس میں شروع سے اختلاف رہا ہے۔ انہی روایات میں سے چند روایتوں کو سیاق وسباق سے الگ کرکے نئے معنی دیئے جاتے ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ چند ایسی روایات جن میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے یہاں نقل کردوں تاکہ بات مزید واضح ہوسکے۔

(۱) پہلی روایت جو علقمہ عن ابیہ ہے جس کو عبداللہ بن مبارک نے موسی بن عمیر عنبری سے نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان قائما فى الصلاة قبض بيمينه على شماله. (نسائی، رقم:۸۸۸) میں نے دیکھا اللہ کے رسول ﷺ نماز میں کھڑے تھے اور دائیں سے بائیں ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا۔ ابن عبدالبر نے بھی اسی سند سے ذکر کیا ہے۔ التمہید: ۲۰/۵/۷ (موسوعہ شروح الموطا) بیہقی نے ابونعیم کے واسطے سے اس سے قریب قریب الفاظ نقل کئے ہیں۔(۲۸/۲)

(۲) یہ روایت بھی علقمہ عن ابیہ وائل آئی ہے جس کو امام وکیع نے موسی بن عمیر عنبری کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعا يمينه على شماله فى الصلاة. (مسند احمد:۳۱۶/۴) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے تھے۔

(۳) اس روایت کو مسعودی نے عبدالجبار بن وائل سے جنہوں نے اپنے گھر والوں کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ میرے والد کا کہنا تھا کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھا رہے تھے اور داہنے ہاتھ کو بائیں پر نماز میں رکھے ہوئے تھے۔(مسند احمد:۳۱۶/۴، رقم

الحدیث:۱۸۸۵۲) الفاظ ہیں: أنه رأى النبی صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه مع التکبیر ویضع یمینه علی یساره فی الصلاة.

(۴)صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان إذا دخل الصلاة رفع یدیه فکبر ثم التحف بثوبه ثم أدخل یده فی ثوبه فأخذ شماله بیمینه. (تمهید ابن عبدالبر: ۵/۷۲۰)موسوعه شروح الموطا) اس کومحمد بن جحادہ نے عبدالجبار بن وائل سے نقل کیا ہے۔عبدالجبار نے کہا کہ میں تو بچہ تھا والد کی نماز یادنہیں مجھ کو میرے بھائی علقمہ نے والد کے واسطے سے بتایا۔

حدیث کا ترجمہ ہے:میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی تو آپ جب نماز میں داخل ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہی پھر کپڑے اوڑھے پھر کپڑے میں ہاتھ داخل کرکے بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑا۔

(۵)اس روایت کو ابونعیم نے موسی بن عمیر عنبری کے واسطے سے علقمہ بن وائل سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے والد کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں:

إن النبی صلی الله علیه وسلم کان إذا قام إلی الصلاة قبض علی شماله بیمینه ورأیت علقمة یفعله. (تمهید ابن عبدالبر: ۵/۷۲۱-۷۲۰) کہ نبی ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو داہنے کو بائیں سے پکڑ لیتے۔ میں نے دیکھا کہ علقمہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(۶)یہ روایت ابوالحسن نے عبدالجبار بن وائل سے ان کے والد کے واسطہ سے بیان کی ہے:رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یضع یده الیمنی فی الصلاة علی الیسری. فذکر مثل حدیث أبی بکر. (مسند احمد:۴/۳۱۸، رقم الحدیث: ۱۸۸۷۵) میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوئے تھے۔

(۷)زہیر نے ابواسحاق کے واسطے سے عبدالجبار سے نقل کیا ہے جو وائل سے نقل کرتے ہیں: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یضع یده الیمنی علی الیسری فی الصلاة قریبا من الرسغ ویرفع یدیه حین یوجب حتی تبلغا أذنیه، وصلیت خلفه فقرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال: آمین یجهر. (مسند احمد:۱/۳۱۸، رقم الحدیث:۱۸۸۷۳) میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑ رکھا تھا، نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لوتک اٹھاتے۔آپ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور باآواز بلند آمین کہی۔

علقمہ کے واسطے سے ملتی جلتی اور بھی روایتیں ہیں۔ اسی طرح عاصم بن کلیب کی روایت مختلف طرق سے مختلف الفاظ سے منقول ہے۔

(۸)امام شعبہ نے عاصم کلیب سے نقل کیا جنہوں نے اپنے والد سے سن کر بیان کیا جو وائل بن حجر کے بارے میں بتاتے تھے کہ انہوں نے اللہ کے رسول کو دیکھا (پھر اس حدیث کو ذکر کیا) اس کے درمیان کہا اور دائیں ہاتھ کو بائیں

پر رکھا اور شعبہ نے مزید کہا: جب آپ رکوع میں ہوتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے تھے اور دور رکھتے تھے۔ الفاظ ہیں:

أنه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكره، وقال فيه: ووضع يده اليمنى على اليسرى، قال: وزاد فيه شعبة مرة أخرى: فلما كان فى الركوع وضع يديه على ركبتيه وجافى فى الركوع. (مسند أحمد:٤/٣١٨، رقم الحديث:١٨٨٧٨)

(۹) شعبہ نے عاصم بن کلیب سے ان کے والد کے واسطے سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھی، جب نماز میں داخل ہوئے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھائے، اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو پھر ہاتھ اٹھائے، رکوع سے سر اٹھا کر بھی ہاتھ اٹھایا، اور ہتھیلیوں کو رکھا اور دور رکھا اور بائیں ران کو دائیں کے مقابل میں بچھا دیا، اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا۔ الفاظ یہ ہیں: عن وائل الحضرمى قال: صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر حين دخل، ورفع يديه، وحين أراد أن يركع رفع يديه، وحين رفع رأسه من الركوع رفع يديه ووضع كفيه وجافى وفرش فخذه اليسرى من اليمنى، وأشار بأصبعه السبابة. (مسند احمد: ١/٣١٧، رقم الحديث: ١٨٨٥٥، إسناده صحيح، رجاله ثقات)

(۱۰) عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع اليمنى على اليسرى فى الصلاة. (التمهيد لابن عبد البر:٥/٧١٩. موسوعة شروح الموطأ) عاصم بن کلیب کے واسطے سے نقل کرتے ہیں جنہوں نے وائل بن حجر سے بیان کیا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔

(۱۱) عبداللہ بن ادریس اور بشر بن مفضل نے عاصم بن کلیب سے ان کے والد کے واسطے سے بیان کیا: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فأخذ شماله بيمينه. میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز ادا کر رہے تھے اور دائیں ہاتھ سے بائیں کو تھامے ہوئے تھے۔ (ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۸۱۰)

(۱۲) سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه وائل بن حجر: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره. (ابن خزيمه، رقم الحديث: ٤٧٩) میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی اور انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔

(۱۳) زائدة عن عاصم بن كليب قال أخبرنى أبى أن وائل بن حجر أخبره، قال: قلت: لأنظرن إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلى، قال: فنظرت إليه، قام وكبر ورفع يديه حتى حاذتا بأذنيه ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد. زائدہ نے عاصم بن کلیب سے ان کے والد کے

واسطے سے بیان کیا کہ وائل بن حجر نے ان سے کہا کہ ایک بار میں نے کہا کہ میں ضرور دیکھوں گا کہ اللہ کے رسول ﷺ کس طرح نماز ادا کرتے ہیں، پھر میں نے دیکھا آپ کھڑے ہوئے اللہ اکبر کہا دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ وہ کانوں کی لوتک پہنچ گئے، پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا جو ہتھیلی کے جوڑ اور ہاتھ تک پہنچتا تھا۔ (سنن کبری بیہقی:۲/ ۲۸، ابن خزیمہ:۴۷)

(۱۴)سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم حين كبر رفع يديه حذاء أذنيه ثم ركع ثم حين قال: سمع الله لمن حمده رفع يديه، ورأيته ممسكا يمينه على شماله فى الصلاة فلما جلس حلق بالوسطى والإبهام، وأشار بالسبابة ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى. (مسند أحمد: ٤/٣١٨، رقم الحديث: ١٨٨٧١) سفیان نے عاصم بن کلیب سے ان کے والد کے حوالے سے نقل کیا وائل بن حجر نے بتایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ کانوں کی لوتک اٹھائے، پھر رکوع کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تب ہاتھ اٹھائے اور میں نے دیکھا کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا، جب آپ بیٹھے تو آپ نے انگوٹھا اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنالیا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا، دائیں ران پر دایاں ہاتھ اور بائیں ران پر بایاں ہاتھ رکھا۔

مختلف الفاظ کے ساتھ مزید روایات نقل کی جا سکتی ہیں ان سب روایات کو یکجا کر کے ان میں توافق پیدا کرنا چاہئے نہ کہ ہر مختصر روایت کو مستقل حیثیت دے کر تعارض یا اضطراب کی کیفیت پیدا کی جائے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ مختصر روایات متعدد الفاظ میں ذکر کی گئی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ روایت بالمعنی ہے ان میں کسی روایت کا ایسا مفہوم جو تفصیلی روایت کے مطابق نہ ہو غلط ہے۔ دوسری صورت میں تضاد لازم آئے گا، روایات میں اضطراب ماننا پڑے گا، یہ دونوں شکلیں قابل قبول نہیں ہیں۔

یہ حضرات اس سے ہٹ کر ہر روایت کو مستقل روایت کا درجہ دیتے ہیں اور اس پر اپنے استدلال کی بنا رکھتے ہیں، مثلاً تین روایات ان کی خاص توجہ کا مرکز ہیں: روایت نمبر(۱) میں کہا جاتا ہے:"إذا كان قائما فى الصلاة" کہ جب نماز میں کھڑے تھے تو بایاں ہاتھ دائیں سے پکڑے رکھا تھا۔ بعض حضرات إذا سے بار بار کا مفہوم نکالتے ہیں حالانکہ یہ غلط توجیہ ہے کیونکہ تکرار یا استقبال تو إذا شرطیہ میں ہوتا ہے إذا فجائیہ صرف صورت حال کو بیان کرتا ہے جیسا کہ سیبویہ اور دوسرے نحاۃ نے ذکر کیا ہے اس لئے یہاں وہ معنی موجود ہی نہیں کیونکہ ''إذا'' فجائیہ ہے، شرطیہ ممکن ہی نہیں۔

کچھ لوگ لفظ ''قائما'' سے ہر قیام مراد لیتے ہیں حالانکہ اسم فاعل میں استمرار ہوتا ہے نہ کہ تجدد، دوسرے یہ کہ حدیث نمبر(٦) ''إذا قام'' کے لفظ سے آئی ہے، اس طرح اسم فاعل سے استدلال کیسے جائز ہوگا۔ اس روایت کو دوسری روایات کے ساتھ رکھیں تو وہی معنی ہوتا ہے تکبیر تحریمہ کے بعد

حالت قیام آپ کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر تھا۔

روایت نمبر (۱۴) سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہے: ورأيته ممسكا يمينه على شماله فى الصلاة" کہ اور میں نے آپ کو دیکھا کہ نماز میں دائیں سے بائیں ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا۔ مغالطہ کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ واوصرف عطف کے لئے آتا ہے ترتیب کے لئے ثم استعمال ہوتا ہے۔ اس روایت میں صرف یہ ذکر ہے کہ حالت نماز میں آپ کو اس طرح دیکھا جو دوسری روایات کے عین مطابق ہے۔ اگر یہ قیام بعد الرکوع پر دال ہے تو کیا رکوع سے پہلے ارسال مراد ہوگا۔

البانی صاحب نے اپنی کتاب الصحیحہ (جلد ۵ صفحہ ۳۰۶-۳۰۸) میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ساری روایات ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں، لکھتے ہیں: ابن ماجہ کی روایت ہے: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فأخذ شماله بيمينه". أقول: فإذا نظر الناظر إلى هذه الجملة لوحدها ولم يعلم وعلى الأقل لم يستحضر أنها مختصرة عن الحديث فهم منها مشروعية الوضع لليدين فى كل قيام سواء كان قبل الركوع أو بعده، وهو خطأ يدل عليه سياق الحديث فإنه صريح فى أن الوضع إنما هو فى القيام الأول وهو فى سياق عاصم أصرح، فإنه ذكر رفع اليدين فى تكبيرة الإحرام ثم الركوع والرفع منه.

يقول فيهما: مثل ذلك، فلو كان فى حفظ وائل وضع اليدين بعد الرفع لذكره أيضا كما هو ظاهر من ذكره الرفع ثلاثا قبله، ولكنه فصلت تلك الجملة عن محلها فى الحديث أوهمت الوضع بعد الرفع.

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑ رکھا تھا، کوئی اگر صرف اسی روایت کو دیکھتا ہے اور اس کو اس بات کا علم نہیں یا کم از کم یاد نہیں کہ یہ تو مختصر روایت ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ ہر قیام میں ہاتھ باندھنا مشروع ہے، چاہے رکوع سے پہلے ہو یا بعد کا قیام ہو۔

حالانکہ یہ غلط ہے، حدیث کا سیاق وسباق اس پر شاہد ہے۔ یہ روایت بصراحت بتاتی ہے کہ ہاتھ باندھنا صرف پہلے قیام کے لئے ہے۔ عاصم بن کلیب کی روایت میں زیادہ واضح ہے کیونکہ انہوں نے رفع یدین کا ذکر تکبیر تحریمہ سے پہلے اور رکوع سے بعد کیا ہے۔ ان دونوں جگہوں میں کہا ''اسی طرح کیا'' اس طرح اگر وائل بن حجر کو یہ بات یاد تھی کہ آپ نے رکوع سے کھڑے ہو کر پھر ہاتھ باندھا تو وہ ضرور اس بات کا تذکرہ کرتے جیسا کہ رفع یدین تین بار ذکر کرنے سے پتہ چلتا ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب اس جملہ کو اصل حدیث سے نکال کر اس کے سیاق وسباق سے الگ کر لیا گیا تو یہ وہم پیدا ہوا کہ رکوع سے اٹھ کر بھی ہاتھ باندھنا چاہئے۔

ایک اور روایت:

ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ رکوع کے بعد اچھی طرح سے قیام کا حکم ہے۔ اس سلسلہ میں یہ الفاظ آئے ہیں:

اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تعتدل قائما. (بخاری بروایت ابی هریره، رقم الحدیث:۷۹۳) پھر رکوع کرو اور پورے اطمینان سے جھک جاؤ پھر رکوع سے اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ (پورے طور سے)

اس حدیث کو بعض اور صحابہ نے بھی نقل کیا ہے، یحیٰ بن خلاد اپنے چچا رفاعہ بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ: ثم يقول سمع الله لمن حمده يستوى قائما حتى يأخذ كل عظم مأخذه ثم يقيم صلبه ثم يكبر. (مستدرك حاكم:۱/۲۴۲-۲۴۱) کہ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جائے، پھر پیٹھ سیدھی کر کے اللہ اکبر کہے۔

امام شافعی نے الام میں نقل کیا ہے: فإذا رفعت رأسك فأقم صلبك حتى ترجع العظام إلى مفاصلها" (الأم:۱/۸۸، طبع دارالمصرية للتاليف) پھر جب سر اٹھاؤ اور پیٹھ سیدھی کرلو، سر اس طرح اٹھاؤ کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں میں لوٹ جائیں۔ امام احمد نے روایت کیا ہے: فإذا رفعت رأسك فأقم صلبك حتى ترجع العظام إلى مفاصلها. (مسند احمد:۳/۳۴) اسی طرح ابو حمید ساعدی نے اللہ کے رسول ﷺ کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی، اس میں لکھا: ثم قال سمع الله لمن حمده ثم رفع واعتدل حتى رجع كل عظم فى موضعه معتدلا" کہ آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سر اٹھایا پھر برابر کھڑے ہو گئے اس طرح کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ گئی۔

جو لوگ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ رکوع سے پہلے جس حال میں تھے اسی حالت میں چلے جائیں اس طرح جسم کی ہر ہڈی اس جگہ پر ہو جاتی ہے جو رکوع سے پہلے تھی۔

حدیث کا معنی: بہر حال حدیث کے الفاظ اس معنی کا ساتھ نہیں دیتے ہیں۔ حدیث کا عام فہم مفہوم جو متبادر ہے وہ یہ ہے کہ مصلی سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اس طرح کھڑے ہونے میں پیٹھ کی ہڈی اپنی جگہ پر آ جائے گی۔

ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جائے اس سے دائیں سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا ممکن نہیں بلکہ یہ مطلب نکالنا دھاندلی ہے کیونکہ اس حدیث میں قیام میں اطمینان سے کھڑے ہونے کی تعلیم دی گئی ہے کسی اور بات کا ذکر ہی نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ذات ہی اصل نمونہ ہے آپ کی نماز تفصیل سے منقول ہے، رکوع سے کھڑے ہونے کا طریقہ بھی منقول ہے۔ ابو حمید الساعدی نے دس صحابہ کرام کی موجودگی میں بیان کیا: ثم قال سمع الله لمن حمده ثم رفع واعتدل حتى رجع كل عظم فى موضعه معتدلا. (مسند أحمد:۵/۴۲۴) سمع اللہ لمن حمدہ بول کر آپ نے سر اٹھایا اور برابر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ گئی۔

ظاہر ہے کہ یہ وہی کیفیت ہے جس کا ذکر اس سے پہلے مذکور حدیث میں حکماً موجود ہے مزید وضاحت بخاری کی اس روایت میں ہے: فإذا رفع رأسه استوى حتى يعود كل فقار مكانه"(بخاری، رقم

الحديث:۸۲۸) پھر جب سر اٹھایا تو برابر کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ پیٹھ کی ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ گئی۔

فقار ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔اس طرح معلوم ہوا کہ ہڈی کا اپنی جگہ پر جانے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اطمینان کے ساتھ پیٹھ سیدھی کرکے کھڑا ہو جائے،تقریباً اسی طرح کی عبارت دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی کیفیت کے بیان میں آئی ہے۔

دارمی کی روایت ہے :ثم يرفع رأسه فيقول سمع الله لمن حمده ثم يرفع يديه...حتى يرجع كل عظم إلى موضعه معتدلا...ثم يرفع رأسه فيقول الله أكبر ويثنى رجله اليسرى فيقعد عليها معتدلا حتى يرجع كل عظم إلى موضعه معتدلا" پھر رکوع سے سر اٹھائے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور دونوں ہاتھ اٹھائے...(اس طرح کھڑے ہو) کہ ہر ہڈی اعتدال کے ساتھ اپنی جگہ پر آ جائے...پھر اللہ اکبر بول کر سجدہ سے سر اٹھائے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے ایسے اعتدال کے ساتھ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جائے۔(سنن دارمی:۱/۳۱۴)

اس کیفیت کو ابوداود کی روایت میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: فلما ركع وضع يديه على ركبتيه...حتى استقر كل شيء منه، ثم قال: سمع الله لمن حمده، فقام حتى استقر كل شيء منه، ثم كبر وسجد...حتى استقر كل شيء مكانه.(سنن أبى داود، رقم الحديث:٨٦٣ رواية عن ......بن عمرو أبى مسعود أنصارى)

قریب قریب انہیں الفاظ میں نسائی میں بھی ہے۔(رقم الحدیث:۱۰۳۸) پھر جب رکوع کیا تو دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھا...یہاں تک کہ آپ کے ہر عضو اپنے مقام پر جم گیا،پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر عضو اپنے مقام پر تھم گیا پھر تکبیر پکار کر سجدہ میں گئے...یہاں تک کہ ہر عضو اپنے مقام پر تھم گیا۔

اس سے ملتی جلتی ابوداود کی یہ روایت ہے کہ:قام إلى الصلاة يرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه، ثم يكبر حتى يقر كل عظم فى موضعه معتدلا ثم يقرء...ثم يسجد ثم يقول:الله أكبر ويرفع رأسه ويثنى رجله اليسرى فيقعد عليها حتى يرجع كل عظم إلى موضعه".(ابو دواد، رقم الحديث: ٧٣١) کہ آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو دونوں ہاتھ کندھے تک اٹھائے پھر اللہ اکبر کہا۔یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ گئی اعتدال کی حالت میں...پھر سجدہ کیا،اس کے بعد اللہ اکبر بول کر سر اٹھایا اور بائیں پیر کو موڑ کر اس پر بیٹھ گئے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آئی۔

ظاہر ہے رکوع یا جلسہ استراحت میں ہڈی کے اپنی جگہ آنے کا مطلب ہاتھ باندھنا نہیں۔اس طرح عبارت سے قبض الید بعد الرکوع پر استدلال سمجھ سے بالاتر ہے اور بقول علامہ البانی''باطل''ہے۔

سہل بن سعد کی روایت:

بعض حضرات اس حدیث کو بھی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔حدیث کے الفاظ ہیں:

كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد

اليمنى على ذراعه اليسرى فى الصلاة. (بخارى، رقم الحديث: ٧٤٠، موطا امام مالك، باب وضع اليدين أحدهما على الأخرى فى الصلاة) کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھیں۔

اس حدیث کو محدثین کرام نے حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں ذکر کیا ہے اور اس کا ایک ہی مطلب سمجھا ہے تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت کے لئے قیام میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا کسی بھی محدث نے اس حدیث سے یہ معنی نہیں نکالا ہے کہ رکوع کے بعد قیام میں بھی ہاتھ باندھ کر رکھنا چاہئے۔

یہ معنی اس طرح ممکن ہوگا جب چند مفروضے ثابت ہوں۔

پہلا یہ کہ فی الصلاۃ کا مطلب یہ ہے نماز میں جب بھی کھڑا رہا جائے حالانکہ ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے اس کے برعکس صلاۃ مطلق ہے کہیں ہاتھ باندھا جائے تو مفہوم پورا ہو جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ چونکہ رکوع سے پہلے والے قیام میں ہاتھ باندھ کر رکھا جاتا ہے اس لئے بعد الرکوع بھی باندھنا چاہئے کیونکہ دونوں قیاموں میں کوئی فرق نہیں، لیکن یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ دونوں قیام میں کوئی فرق نہیں، یقیناً فرق ہے جس کو ہر شخص محسوس کرتا ہے، احناف کے نزدیک تو فرق بہت معروف ہے۔ حدیث سے سارے محدثین بلکہ پوری امت نے یہی مفہوم سمجھا ہے کہ ہاتھ باندھنا رکوع سے پہلے ہے۔ مالکیہ اور خوارج اباحیہ اور شیعہ جو ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں وہ بھی اس حدیث کو اسی مفہوم میں سمجھ کر اس سے بحث کرتے ہیں۔ یہ تازہ مفہوم اب سے پہلے کسی اور کے ذہن میں نہ سما سکا۔

محدثین اس اور اس طرح کی دوسری حدیث کا کیا مفہوم سمجھتے ہیں امام ترمذی کی یہ عبارت اس کی بہتر ترجمانی کرتی ہے، لکھتے ہیں: وفى الباب عن وائل بن حجر وعطيف بن الحارث وابن عباس وابن مسعود وسهل بن سعد...والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين ومن بعدهم، يرون أن يضع الرجل يمينه على شماله فى الصلاة. ورأى بعضهم أن يضعها فوق السرة، ورأى بعضهم أن يضعها تحت السرة، وكل ذلك واسع عندهم.(سنن الترمذى:۲/۹۳-۹۲ مع التحفة)

اس سلسلہ میں وائل بن حجر، غطیف بن الحارث، ابن عباس، ابن مسعود اور سہل بن سعد سے روایات آئی ہیں اور اہل علم صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والوں کا عمل اسی پر ہے، بعض کہتے ہیں کہ ہاتھ ناف کے اوپر باندھنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ ناف سے نیچے ہونا چاہئے۔

حدیث کی دوسری کتابوں میں جہاں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے آپ کو یہی بحث ملے گی کہ رکوع سے پہلے قیام میں ہاتھ کہاں ہونا چاہئے، اس لئے حدیث کا کوئی نیا مفہوم ناقابل قبول ہوگا۔

☆☆☆

محبت اسلام کی نظر میں

عبدالکریم عبدالواحد/علی گڑھ

اس پرفتن اور پرآشوب دور میں ایک دوسرے سے نفرت، عداوت ودشمنی بہت ہی خطرناک طریقے سے سماج اور معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے۔لوگوں کے دلوں سے الفت ومحبت نام کی چیز ختم ہو چکی ہے، حالانکہ آج پورا معاشرہ اس محبت کی تلاش میں ہے۔اس وقت معاشرے اور سماج کے اندر ایک دوسرے سے بغض، کینہ، حسد، جلن بہت زیادہ ہے، آج سگا بھائی سگے بھائی کا دشمن ہے، شوہر سے بیوی نالاں ہے، بیوی سے شوہر مطمئن نہیں، اولاد ماں باپ کی نافرمان ہوچکی ہے، آج پڑوسی پڑوسی کے حقوق کو پامال کرتا ہے، آج محلے میں لوگوں کی عزت وناموس محفوظ نہیں ہے، الغرض ہر جگہ اور زندگی کے ہر موڑ پر صرف اور صرف نفرت ودشمنی ہی کا پہرہ ہے۔

حالانکہ مذہب اسلام الفت ومحبت کا ہی درس دیتا ہے، اسلام ہی وہ مذہب ہے جو لوگوں کے حقوق متعین کرتا ہے، شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے، بیوی کے شوہر پر کیا حقوق ہیں، والدین کے بچوں پر کیا حقوق ہیں، پڑوسی کے پڑوسیوں پر کیا حقوق ہیں، الغرض تمام محبت والفت کا انتظام مذہب اسلام نے معاشرے کے اندر کر رکھا ہے کہ اگر معاشرہ وسماج کے لوگ مذہب اسلام کی تعلیمات پر عمل کر لیں تو الفت ومحبت اور ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کا بول بالا ہو جائے گا۔

آج ہر انسان دنیا کی لالچ میں ایسا ڈوب چکا ہے کہ وہ یہ نہیں دیکھتا ہے حلال کام کر رہا ہے یا حرام، اور اس لالچ میں لوگوں کے تمام حقوق کو پامال کر دیتا ہے اور یہیں سے نفرت ودشمنی پروان چڑھنا شروع ہوتی ہے۔لوگ اپنے آپ میں ایسے مگن ہو جاتے ہیں کہ کسی کو کسی کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں رہتا۔آج دنیا کے لوگ محبت بھی مادہ پرستی کے حصول کے لئے کرتے ہیں اگر آپ کے پاس دولت وثروت ہے تو دنیا آپ کو محبت کی نظر سے دیکھتی ہے اور جوں ہی مال سے انسان کمزور ہوجاتا ہے دنیا اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتی۔آج کتنے لوگ اسی وجہ سے (Tention) ٹینشن کے شکار ہیں، کوئی دل کا مریض ہے تو کوئی (Depression) کا مریض، کوئی معاشرے میں پریشان ہوکر خودکشی کر لیتا ہے تو کوئی اپنے آپ کو برائی کے دلدل میں ڈھکیل دیتا ہے۔اور ایسے عالم میں ڈاکٹر ان مریضوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ خوش رہ کر زندگی گزاریں، لوگوں سے محبت کریں، لوگوں سے ہنسی خوشی ملیں، اس سے آپ کی صحت بہتر ہوگی۔

محترم قارئین! ذرا ہم اور آپ غور کریں کہ اسلامی تعلیمات جو کہ الفت ومحبت ہی کی دعوت دیتی ہیں آج

معاشرہ اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔اب ہم اور ہمارا معاشرہ محبت کے درس سے دور جائے گا تو کیسے سکون واطمینان حاصل کرسکتا ہے؟

آیئے ذرا ہم احادیث کی روشنی میں دیکھیں کہ اسلام میں محبت کی کتنی فضیلت ہے اور کتنا بڑا اجر اللہ رب العالمین نے محبت کرنے والوں کے لئے رکھا ہے۔یاد رہے کہ یہاں وہ محبت مراد ہے جو اسلام میں جائز ودرست ہے،حرام محبت کو اسلام میں کوئی مقام نہیں اور آج ہمارا معاشرہ اسی حرام محبت کو اصل محبت سمجھے ہوئے ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخاً لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْسلَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكاً، فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ أُرِيْدُ أَخاً لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ فَإِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكَ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ".(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:ایک آدمی تھا جو اپنے ایک بھائی کی زیارت (ملاقات) کرنے دوسرے گاؤں میں جاتا تھا،ایک دن اللہ سبحانہ وتعالی نے وہ آدمی جس جگہ سے گزرتا تھا وہاں پر ایک فرشتہ بھیجا۔جب وہ آدمی اس جگہ پہنچا جہاں فرشتہ موجود تھا تو فرشتے نے اس آدمی سے پوچھا:کہاں جارہے ہو؟اس آدمی نے جواب دیا کہ اس گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔فرشتے نے پوچھا کہ کیا تم نے اسے کچھ دے رکھا ہے کہ جس کو وہ استعمال کرتا ہے اسے لینے کے لئے جارہے ہو؟اس شخص نے کہا کہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے،میں اس شخص سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں اس لئے ملنے جارہا ہوں۔(جب فرشتے نے اس شخص کی پوری بات سن لی) تو کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں،اللہ سبحانہ وتعالی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور اس پیغام کے ساتھ بھیجا ہے کہ بلا شبہ اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگا ہے کیونکہ تم اللہ کے لئے اپنے فلاں دوست سے محبت کرتے ہو۔

اس حدیث سے ہم سب کو یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم اللہ تعالی کے لئے کسی سے محبت کریں گے تو اللہ بھی ہم سے محبت کرنے لگے گا اور جب اللہ تعالی ہم سے محبت کرے گا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ہم سب کو چاہئے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کریں،ان سے ملاقات کریں،ان کی زیارت بھی کرتے رہیں تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالی ہم سے محبت کرنے لگے گا۔

ذرا غور کریں آج اس انداز کی محبت ہمارے سماج ومعاشرہ سے کوسوں دور ہے۔آج مفاد پرستی کی محبت پائی جاتی ہے کہ جس سے سکون واطمینان نہیں مل سکتا۔

محبت کی اتنی فضیلت ہے کہ اگر ہم اس کو صحیح معنوں میں جان اور سمجھ لیں تو ہماری زندگی خوشیوں سے بھر جائے گی۔حدیث قدسی میں اللہ رب العالمین بیان فرماتا ہے کہ

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فی فضل الحب فی اللہ: ۶۷۱۴)

چار قسم کے لوگوں پر اللہ سبحانہ تعالی کی محبت واجب ہو جاتی ہے یعنی اللہ تعالی ان چار قسم کے لوگوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔"وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ"۔ (۱)

میری محبت واجب ہوگئی ان دونوں کے لئے جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو میرے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اوران لوگوں کے لئے جو میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اوران لوگوں کے لئے جو میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

اب اس حدیث قدسی کی روشنی میں ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں کہ کیا آج ایسی حالت ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے، کیا آج اس طرح کے لوگ ہیں جوایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں، کیا آج اس طرح کے لوگ ہیں جوایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں محض اللہ کوخوش کرنے کی خاطر، کیا آج ایسے لوگ ہیں جو ایک دوسرے کی زیارت محض اللہ کے لئے کرتے ہیں، کیا آج ہمارے سماج میں ایسے لوگ ہیں جوصرف اللہ کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ جواب ہوگا کہ نہیں۔تو پھرامن وسکون اورشانتی سماج میں کہاں سے پیدا ہوگی۔

آج اگر اس محبت کوفروغ دیا جائے تو آج پھرلوگ سکون واطمینان کی سانس لے سکتے ہیں،انہیں یہ احساس ہو سکتا ہے کہ آج بھی لوگ ہمارا خیال رکھنے والے ہیں، آج بھی ایسے لوگ ہیں جومشکل حالات میں ہمارے کام آسکتے ہیں،آج بھی ایسے لوگ ہیں جوغریبی اورغربت کے باوجود مجھ سے ملنے اورمیری خبر لینے آتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کو اللہ رب العالمین قیامت کے دن آواز دے گا اور پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میری خاطر دنیا میں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، پھر اللہ تعالی اس قسم کے لوگوں کو اپنا سایہ نصیب فرمائے گا جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حدیث قدسی کے الفاظ ہیں، صحیح مسلم کی روایت ہے:"إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي، اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي"(۲)

ایک دوسرے سے محبت کرنا، جنت میں جانے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے جیسا کہ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ نے فرمایا:"لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا ، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا"(۳) کہ تم جنت میں نہیں داخل ہوسکتے یہاں تک کہ تم ایمان لے آؤ اورتم ایمان نہیں لا سکتے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ۔

اس حدیث میں ہمارے پیارے نبی نے پیار ومحبت کی کتنی فضیلت بیان کی ہے کہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتے

---

(۱) موطأ مالک بروایۃ ابی مصعب الزہری (۲۰۰۷) موطأ مالک بروایۃ یحیٰ (۲۷ء) امام نووی نے ریاض الصالحین (۳۸۲) میں اسے صحیح کہا ہے۔
(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فی فضل الحب فی اللہ:۶۷۱۳۔
(۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أنہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون وأن محبۃ المؤمنین من الایمان (۲۰۳)

ہو یہاں تک تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ۔آج ہمارے معاشرے میں حاجیوں کی،عمرہ کرنے والے افراد کی بہتات ہے،نمازی بھی ہیں،زکاۃ بھی دینے والے ہیں لیکن ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں۔

اب آیئے ذرا ہم ان اسباب پر غور کرلیں کہ جن پر عمل کرکے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں گے، اس میں سے پہلی چیز

(۱)ایک دوسرے سے سلام کریں،مسکراتے ہوئے چہرے سے سلام کریں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشادفرمایا:''لَا تَحْقَرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئاً وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ''(۱)کبھی کسی بھلائی کوحقیر نہ سمجھو یہاں تک کہ اگر اپنے بھائی سے ملوتو ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ ملو۔

(۲)ایک دوسرے کو ہدیہ دیں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تَهَادُوْا تَحَابُّوْا''(۲) کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو ایک دوسرے سے محبت کرو۔

(۳)محبت کااظہارکریں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:''إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ، فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ''(۳)کہ جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو چاہئے کہ وہ اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

(۴)ایک دوسرے کی زیارت کیا کریں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ارشادفرمایا:''زُرْ غِبّاً تَزْدَدْ حُبّاً''(۴) گیپ کرکے زیارت کرواس سے محبت بڑھے گی۔

(۵)ایک دوسرے کی مدد کریں۔

(۶)عیب پوشی کریں۔

(۷)راز کی حفاظت کریں۔

(۸)خیرخواہی کے لئے ہمیشہ تیار رہیں۔

(۹)عزت وناموس کی حفاظت کریں۔

(۱۰)ایک دوسرے کی غلطیوں کودرگزرکریں۔

محترم قارئین!اگران تمام باتوں پرہم عمل کرنا شروع کردیں تو ایک دوسرے سے دشمنی دور ہو جائے گی۔محبت اور بھائی چارہ جنم لے گا کہ جس سے زندگیوں میں سکون واطمینان میسر ہوگا۔

اب آخر میں رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اے ہمارے رب ہم کو مذہب اسلام کے اس محبت کے پیغام کو سماج ومعاشرے میں عام کرنے کی توفیق دے،آمین۔

وآخردعوانا أن الحمدللہ رب العالمین۔

☆☆☆

(۱)صحیح مسلم،کتاب الزکاۃ،باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء(۶۸۵۷)

(۲)بخاری،الأدب المفرد(۵۹۶)

(۳)أبوداود،کتاب الأدب،باب اخبار الرجل الرجل بمحبتہ ایاہ(۵۱۲۴)

(۴)یہ روایت کئی صحابہ کرام سے مروی ہے اور صحیح ہے۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:الروض النضیر(۲۷۸)صحیح الجامع(۳۵۶۲)

طب نبوی اور جدید سائنس

محمد اکرام محمد مختار

یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ موجودہ دور میں طبی سائنس کے میدان میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ اس تحریر کا مقصد ان ترقیوں کی اسلام کی طبی تعلیمات سے مطابقت دکھانا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے ساتویں صدی کے اوائل میں جو باتیں بتلائیں جیسے مسواک کا استعمال، سونے کی عادتیں، شہد، کھجور، کلونجی، انجیر اور زیتون کے تیل وغیرہ کا استعمال طبی سائنس سے ثابت ہوگئی ہیں کہ یہ صحت مند زندگی کے لیے بہت ضروری ہیں۔ زیر نظر تحریر میں بعض طب نبوی اور جدید سائنسی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے لیکن اس کو بیان کرنے سے قبل طب کی تعریف کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

طب کی لغوی تعریف:

طب کا معنی ہے "علاج الجسم والنفس"(۱) یعنی جسم اور نفس کا علاج کرنا۔ اور ''طبیب'' کا معنی "العالم بالطب" یعنی علم طب کا ماہر۔(۲)

طب کی اصطلاحی تعریف:

بقول علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ: ''جس میں انسانی بدن پر بیماری وصحت کی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے اسے ''طب'' کہتے ہیں۔(۳)

طب نبوی اور جدید سائنسی مسائل:

مسواک: طب نبوی میں مسواک کی اہمیت واضح ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے اور یہ آپ کی مستقل سنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة" (۴) اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "السواك مطهرة للفم، مرضاة للرب" (۵) مسواک منہ کو صاف کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''مسواک منہ کو صاف کرتی ہے، مسوڑھے کو مضبوط کرتی ہے، بلغم ختم کرتی ہے، معدہ کو درست کرتی ہے، آواز کو صاف کرتی ہے، قوت

(۱) لسان العرب: ۵۵۳/۱ (۲) الصحاح للجوهري: ۱۵۲/۱
(۳) مقدمہ ابن خلدون: ۳۹۶/۲ (۴) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب السواك، ح: ۶۰۳
(۵) سنن نسائی، کتاب الطهارة، باب الترغيب في السواك، وصححه الألباني، ح: ۳۶۹۵

ہاضمہ کو مضبوط کرتی ہے، کلام کے طرق کو سہل کرتی ہے، ذکر واذکار اور صلاۃ میں چستی پیدا کرتی ہے، نیند کو دور کرتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ فرشتے مسواک کرنے والے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مسواک کرنے والے کی نیکیوں میں مزید اضافہ فرماتا ہے۔ (۱)

جدید تحقیق کے مطابق مسواک قاتل جراثیم (Anti Septic) ہے۔ یہ منھ سے تعفن دور کرتی ہے اور مسواک کرنے والا شخص منھ کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ماہرین کی تحقیق کے مطابق کچھ ایسے جراثیم بھی ہوتے ہیں جو مروجہ برش (Tooth Brush) اور پیسٹ (Paste) سے دور نہیں ہوتے بلکہ صرف مسواک ہی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مسواک سے دانت صاف نہ کیا جائے تو دانت گندے ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے جبڑوں اور مسوڑھوں میں پیپ بن جاتی ہے جو دماغی امراض کا سبب بنتی ہے اور حقیقی طور پر اگر آدمی کے دانت گندے ہوں تو بو آنے لگتی ہے۔ قریب بیٹھنے والے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان تعفن زدہ دانتوں کی وجہ سے مسوڑھے بھی متعفن ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ناقابل برداشت درد شروع ہو جاتا ہے۔ اسکا اثر فقط دانتوں پر ہی نہیں پڑتا بلکہ تعفن اور پیپ مزید بڑھ کر گلے پر بھی اثر ڈالتی ہے۔ اس کے اثر سے گلا خراب ہونے لگتا ہے۔ (۲)

شہد: طب نبوی میں شہد کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ اس کی افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بھائی کے پیٹ کی بیماری کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: "أسقه عسلا" (۳) اس کو شہد پلاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "كان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه الحلواء والعسل" (۴) نبی ﷺ کو حلوہ اور شہد محبوب تھا۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "إن كان في شيء أدويتكم ففي العسل" (۵) تمہارے لیے بہترین علاج شہد پینے میں ہے۔

موجودہ سائنسی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قدرت نے جتنی اشیاء غذا کے طور پر مہیا کی ہیں، ان میں شہد سب سے زیادہ مکمل اور جامع غذا ہی نہیں بلکہ اپنی طبی خصوصیات کی بنا پر غذا اور دوا کے طور پر لاثانی ہے۔ ایلو پیتھک کے ماہر طبیب نوزائیدہ بچوں کو دودھ کے ساتھ شہد دینے کی تاکید کرتے ہیں۔ (۶)

شہد کی سب سے بڑی خاصیت اس کا جراثیم کش ہونا ہے، ایک سائنسداں نے انکشاف کیا ہے کہ شہد سے ٹائیفائڈ کے جراثیم ۴۸ / گھنٹے اور پیچش کے جراثیم ۱۵ / گھنٹے میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ (۷) اس کے علاوہ شہد کینسر، فالج، شوگر، جسمانی کمزوری، ذہنی تھکاوٹ، جوڑوں کے درد، سر کے

---

(۳) الطب النبوی لابن قیم الجوزیۃ: ۲۴۹ (۲) احکام رسول اور سائنسی تحقیق مع چاند اور قرآن، ص: ۴۸

(۳) صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، ح: ۵۶۸۴ (۴) صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، ح: ۵۶۸۲

(۵) صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الحجامۃ من الشقیقۃ والصداع، ح: ۵۷۰۲

(۶) احادیث میں مذکور نباتات، ادویہ اور غذائیں: ۱۳۹ (۷) علاج نبوی اور جدید سائنس: ۱۶۳

بالوں کے گرنے، بلیڈر میں شوزش (Bladder Infection) ورم، دانت کے درد، پیٹ کے درد، فساد معدہ، امراض قلب، گیس اور قے میں مفید ہے، وبائی بیکٹیریا سے جسم کی حفاظت ہوتی ہے، بدہضمی کے لئے، لمبی عمر کے لئے، خراب جلد اور دیگر جلدی امراض کے لئے اور وزن کی کمی وغیرہ کے لئے نفع بخش ہے۔(۱)

ڈاکٹر جے کومی (J.Comme) کا کہنا ہے کہ شہد کے استعمال سے بول و براز آسانی سے خارج ہوتے ہیں۔(۲) ڈاکٹر لبیوت نے شہد سے نفع بخش مرہم کا تجربہ کیا ہے۔اگر شہد کو دائمی غذاؤں میں سے ایک غذا بنا لی جائے تو قلب کو کوئی تکلیف چھو بھی نہیں سکتی ہے۔(۳)

کھجور: طب نبوی میں کھجور کی اہمیت نا قابل فراموش ہے کیونکہ کھجور کا درخت دنیا کے اکثر مذاہب میں مقدس مانا جاتا ہے۔ ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں۔قرآن میں اس کا ذکر ۲۰/مقامات پر آیا ہے اور توریت وانجیل میں ۴۸/ مقامات پر آیا ہے نیز احادیث نبویہ میں اس کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"إن في عجوة العالية شفاء أو إنها ترياق أول البكرة" (۴)(مدینہ کے) بالائی حصہ کی عجوہ کھجور میں شفا ہے اور صبح کو ان کا استعمال تریاق ہے۔حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل القثاء بالرطب" (۵) میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو ککڑی رطب کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا۔

جدید سائنس کی ریسرچ کے مطابق کھجور قوت بخش غذا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر موجود فائبرز کی وجہ سے پیٹ کے کینسر سے حفاظت کرتی ہے۔ کھجور میں نکوٹین بھی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ پیٹ کے امراض میں بہت مفید ہے۔ کھجور خون پیدا کرتی ہے اور جلد ہضم ہوتی ہے۔(٦)

کھجور کے درخت سے نکلنے والی گوند آنتوں، گردوں اور پیشاب کی نالیوں کی سوزش کے لیے مشہور ہے، اسے کھانے سے منھ کی بدبو جاتی رہتی ہے۔ بنیادی طور پر کھجور غذائیت سے بھرپور ہے، مخرج بلغم ہے، مقوی ہے، قبض وجلن کو رفع کرتی ہے، ملیّن ہے، قوت باہ کو بڑھاتی ہے اور پیشاب آور ہے۔ کھجور کو پانی میں بھگو کر اس کا پانی اگر پیا جائے تو جگر کی اصلاح کرتا ہے اور طبیعت سے نشہ آور ادویہ کی گرانی کو دور کرتا ہے۔ کھجور دھو کر دودھ میں ابال کر پینے سے قوت اور فوری طور پر توانائی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ غذا بیماریوں کے بعد کمزوری کے لیے حد درجہ مفید ہے۔(۷)

کلونجی: نبی ﷺ نے کلونجی کی اہمیت وفضیلت بیان

(۱)الطریق فی العلاج بالعسل:۲۵،العسل افضل غذاء:۱۱۷ (۲)المصدر السابق:٦۸
(۳)العسل افضل غذاء ودواء:۱۰۹-۱۱۰ (۴)صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فضل تمر المدینۃ، ح:۲۰۴۸
(۵)صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب جمع اللونین أو الطعامین بمرۃ، ح:۵۴۴۰
(٦)دوا، دعا اور دم سے نبوی طریقہ سے علاج، ص:۱۳۴ (۷)نباتات قرآنی اور جدید سائنس، ص:۴۱۴

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "الحبة السوداء شفاء من كل داء إلا السام والسام الموت والحبة السواء الشونيز" (۱) کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفا ہے اور کلونجی شونیز کو کہتے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''کلونجی نفخ کو دور کرتی ہے، پیٹ سے کیڑے نکال دیتی ہے، بخار اتارتی ہے، بلغم نکالتی ہے، ریاح کی رکاوٹیں کھولتی ہے، معدہ اور لبلبہ کی رطوبتوں کو اعتدال پر لاتی ہے (یہ بات ذیابیطس کے علاج میں بڑی اہمیت رکھتی ہے) اگر اسے پیس کر گرم پانی میں شہد کے شربت کے ساتھ پیا جائے تو گردوں اور مثانہ سے پتھری نکال دیتی ہے، اس کے اضافی فوائد میں دودھ، حیض اور پیشاب کھل کر لانا بھی شامل ہے، زکام میں اس کا سونگھنا اور پینا مفید ہے، اس کے بیج پیس کر دودھ میں ملا کر پینے سے یرقان میں فائدہ ہوتا ہے، اسے ٹھنڈے پانی کے ساتھ پیس کر پینے سے باؤلہ ختم ہو جاتا ہے، اسے سانپ کے زہر کے لیے بھی تریاق قرار دیا ہے اور اس کو مسلسل کھانے سے لقوہ اور فالج دور ہو جاتے ہیں''۔ (۲)

جدید ریسرچ کے مطابق کلونجی ابتدا ہی سے امراض البطن میں بہت مفید ہے۔ کلونجی کے ساتھ ساتھ قسط شریں ہموزن ملا کر ناشتہ اور رات کے کھانے کے بعد دیں تو پرانی پیچش کے علاوہ دمہ میں مفید ہے۔ ویدک طب میں بھی کلونجی مقبول ہے۔ ان کے مشاہدات میں یہ پیٹ اور معدہ کے بادی کے درد کو دور کرتی ہے۔ بدہضمی اور ضعف ہضم کا علاج ہے۔ عورتوں کا دودھ بڑھاتی ہے، پھوڑوں کا علاج ہے، اس کا تین ماشہ سفوف مکھن میں ملا کر چٹانے سے ہچکی بند ہو جاتی ہے۔ پیشاب کی رکاوٹ کو دور کرتی ہے نیز بھارتی ماہرین نے اسے نفخ، درد شکم، قولنج، استسقا، ضعف دماغ نسیان اور رعشہ میں مفید قرار دیا ہے۔ (۳)

بھارتی ندکارنی کہتے ہیں کہ ''کلونجی کو جلا کر اس کی راکھ کو سرکہ میں حل کر کے برص کے داغوں پر لگایا جائے، ایسا کرنے کے بعد داغوں میں روزانہ دھوپ پہنچائی جائے تو کچھ عرصہ میں یہ داغ مندمل ہو جائیں گے۔ (۴) جرمن کے سائنسدانوں کی تحقیقات کے مطابق کلونجی کھانے سے سرطان (کینسر) ٹھیک ہو جاتا ہے۔ (۵)

مذکورہ بالا تحریر میں طب نبوی اور جدید سائنسی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے مابین موافقت بیان کی گئی ہے لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ اگر کبھی کوئی سائنسی تحقیق قرآن وسنت کے غیر موافق ہو تو قرآن وحدیث کو نہیں بلکہ سائنسی تحقیق کو غلط کہا جائے گا کیونکہ سائنس انسانی نظریات کا نام ہے اور یہ نظریہ یومیہ بدلتا رہتا ہے جبکہ قرآن وحدیث ایک ثابت حقیقت ہے اور حقیقت وہ چیز ہوتی ہے جس کے غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا ہے۔

☆☆☆

(۱) صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الحبة السوداء، ح: ۵۶۸۸
(۲) الطب النبوی لابن قیم الجوزیۃ، ص: ۲۳۰
(۳) طب نبوی اور جدید سائنس: ۱/۲۳۳-۲۳۶
(۴) امراض جلد اور علاج نبوی، ص: ۳۰
(۵) علاج نبوی اور جدید سائنس، ص: ۵۹

مولانا عبد السلام مدنی رحمہ اللہ
جامعہ سلفیہ کے ایک موقر استاذ اور فن حدیث کے شناور

محمد اسلم مبارک پوری
جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

مولانا عبدالسلام صاحب مدنی رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس (الہند) کے مؤقر اساتذہ میں سے تھے۔آپ پچھلے ماہ ۱۶/ جولائی ۲۰۱۸ء مطابق ۳۰/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ، بروز سوموار، مختصر علالت کے بعد اس جہاں آب وگل سے ہمیشہ کے لیے چل بسے۔آپ علم حدیث کے شناور اور روشن چراغ تھے۔آپ کے انتقال سے مسند درس وتدریس سونی ہوگئی۔اللهم اغفر له وارحمه وأدخله في الفردوس الأعلى.

یہ دنیا فانی ہے۔یہاں جو آیا ہے اسے آخرت کے لیے رخت سفر باندھنا ہے۔کوئی ہمیشہ کے لیے اس جہاں فانی میں نہیں آیا ہے اور نہ ہی اللہ تعالی نے کسی کے لیے دوام بخشا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اولوالعزم خیر رسل میں سے ہیں، ان کے لیے بھی رب قدیر نے ہمیشگی اور دوام نہیں بنایا ہے تو ہمارے لیے دوام اور ہمیشگی کیسے ہوسکتی ہے؟

اس جہاں سے رخصت ہونے والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے جانے سے پوری قوم غم والم کی تصویر بن جاتی ہے اور ہر کس وناکس کے چہرے پر افسردگی کے آثار نظر آتے ہیں۔انہی میں سے حضرت مولانا عبدالسلام مدنی رحمہ اللہ کی شخصیت بھی ہے۔آپ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس کی وادی کو سیراب کرتے ہوئے گزاردی ہے۔جامعہ رحمانیہ مدن پورہ ، بنارس سے عالمیت کی سند حاصل کرنے کے بعد عالم اسلام کی مشہور درس گاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حصول تعلیم کے لیے عازم سفر ہوئے۔مدینۃ النبی میں چار سال (۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء تا ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء) تک ماہر اساتذہ سے کسب فیض کے بعد لیسانس (بی ، اے) کی ڈگری سے سرفراز ہوئے۔کہا جاتا ہے کہ جامعہ رحمانیہ سے آپ نے اعزازی سند حاصل کی تھی، کیونکہ ابھی مرحلہ عالمیت ہی میں تھے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کا پروانہ مل گیا،مگر شیخ عبد السلام مدنی رحمہ اللہ نے خود نوشت سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے فضیلت سال اول تک کی تعلیم حاصل کی اور جامعہ رحمانیہ میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۶ء تک حصول علم میں مصروف رہے۔

جس سال مولانا عبدالسلام مدنی رحمہ اللہ کا جامعہ اسلامیہ میں داخلہ ہوا اسی سال ڈاکٹر عبدالرحمٰن لیثی اور ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس حفظہما اللہ کا بھی داخلہ ہوا۔محترم شیخ عبد

القادر شیبۃ الحمد نے داخلہ کی منظوری دی اور داخلہ کی کارروائی کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔سفر کا پورا خرچ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) نے برداشت کیا اور مدینہ سے فراغت کے بعد مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) میں تدریسی خدمات انجام دینے کی تاکید کی گئی۔اسی تاکید کی وفاداری کرتے ہوئے مولانا عبدالسلام مدنی رحمہ اللہ اور ڈاکٹر عبد الرحمٰن لیثی حفظہ اللہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس تشریف لائے تھے۔اللہ سبحانہ وتعالی نے ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس حفظہ اللہ تعالی کے لیے کچھ اور ہی مقدر کر رکھا تھا۔ان کے عہد و پیمان پر تقدیر غالب آ گئی۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَا تَشَاؤُوْنَ إِلَّا أن يَّشَاءَ اللّٰه﴾

آپ محنت، کاوش اور علم وشعور سے مزین تھے۔جہد مسلسل آپ کی زندگی کا جزو تھا۔آپ کے شاگردان آپ کی محنت کا اعتراف کھلے دل سے کرتے ہیں۔بے لاگ محنت اور شب وروز کی سعی پیہم نے آپ کو اساتذہ کے درمیان وقار بخشا اور انفرادی شان کا مالک بنادیا۔آپ اصول کے پکے تھے اور مشکل حالات میں بھی اپنے اصولوں سے منحرف نہیں ہوتے تھے اور نہ کوئی سمجھوتہ کرتے تھے۔

آپ کلیۃ الدعوہ واصول الدین سے فارغ التحصیل تھے۔مگر آپ کو فن حدیث میں جو درک تھا وہ غیر معمولی تھا۔جامعہ سلفیہ میں مشکاۃ المصابیح جلد ثانی، صحیح البخاری جلد اول، صحیح مسلم جلد اول، سنن النسائی جلد ثانی اور اصول حدیث کی معتبر کتاب نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر اور الباعث الحثیث یکے بعد دیگرے پڑھاتے رہے اور علم وفن کے گوہر لٹاتے رہے۔راقم الحروف کو نہ آپ سے شرف تلمذ ہے اور نہ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہے۔جامعہ میں جس وقت تدریسی خدمات کے لیے آیا اس وقت مولانا عبد السلام صاحب مدنی رحمہ اللہ سبک دوش ہوکر اپنے وطن لوٹ چکے تھے، بلکہ میری تقرری آپ ہی کی جگہ ہوئی ہے۔آپ کے زیر درس کتاب سنن النسائی آپ کے جانے کے بعد میرے نصیب میں آئی۔

جن طلبہ نے آپ سے کسب فیض کیا ہے ان کے مطابق آپ کو تدریس اور عبارت فہمی کا ملکہ تھا۔آپ کا درس حشو وزوائد سے پاک ہوتا تھا۔بالخصوص اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کی تدریس کا انداز نرالا اور پیارا تھا۔سب سے پہلے حدیث پاک کی خواندگی ہوتی تھی۔اس کے بعد اسناد پر بحث ہوتی تھی۔مبہم اور کنیت والے راویوں کی وضاحت کرتے۔ استدلال پر زور صرف کرتے۔فقہی اقوال اور ائمہ کرام کے خیالات کی طرف ہاتھ پاؤں مارنے کے بجائے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ استدلال کرتے اور مسائل کا استنباط کرتے۔ طلبہ کو براہ راست حدیث سے استنباط کرنے پر ابھارتے۔کبھی کبھی حدیث سے ایسے مسائل مستنبط کرتے جو انفرادی شان لیے ہوتے تھے۔علماء کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سب سے اہم چیز فقہ البخاری فی تراجمہ ہے۔استاد محترم اس پر خاص توجہ دیتے اور اختلافات کا ذکر کیے صحیح مفہوم کی رہنمائی کرتے۔علاوہ ازیں حدیث کے مشکل اور غریب الفاظ نیز اعراب کی بقدر ضرورت اصلاح کرتے۔اگر کوئی ایسا مسئلہ

آ جاتا جو مابہ النزاع ہوتا تو آپ اس کے مالہ وماعلیہ کو بیان کرتے اور اخیر میں اپنا محاکمہ پیش کرتے جو اپنے اندر اجتہادی اور بسا اوقات انفرادی شان لیے ہوئے ہوتا تھا۔کبھی کبھار درس میں ان مسائل پر بحث چھڑ جاتی جن میں آپ کو مخصوص درک اور تبحر تھا تو ان پر خوب عمدہ بحث کرتے اور مخالف کے دلائل پر تنقید کرتے اور گھنٹی ختم ہونے کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

مولانا کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ایک خوبی یہ تھی کہ اپنی رائے کا اظہار جرأت مندانہ طور پر کرتے اور اس میں کسی طرح کی مداہنت کو قبول نہیں کرتے۔ایک دوسری اہم خوبی یہ تھی کہ مطالعہ کیے بغیر درس نہیں دیتے اور نہ تیقن کے بغیر کوئی مسئلہ بتاتے تھے۔جس دن مطالعہ نہیں کرتے بلا کسی جھجھک بیان کر دیتے تھے کہ آج مطالعہ نہیں کر پایا ہوں اس لیے درس نہیں ہوگا۔آپ طلبہ کا خیال رکھتے۔گھنٹی ختم ہونے سے پانچ منٹ پہلے درس روک دیتے تاکہ درس کے متعلق جو اشکال ہو اس کا تشفی بخش جواب دیا جائے اور مسئلہ کو منقح کر کے ذہن نشین کرا دیا جائے۔

مولانا عبدالسلام صاحب مدنی رحمہ اللہ درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔گاہے گاہے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے۔زیر درس جو کتابیں رہتی تھیں ان کا نوٹ تیار کرتے تھے۔دھیرے دھیرے یہ نوٹ حاشیہ کی شکل میں شائع ہو کر منصۂ شہود پر آیا۔یہ حاشیے عموماً آپ کا حاصل مطالعہ ہیں اور متقدمین علماء کی تحریروں کا نچوڑ۔آپ نے جن کتابوں پر حاشیہ لکھا ہے ان میں سنن النسائی جلد ثانی کا حاشیہ بنام التعلق المنتقی ،مشکاۃ المصابیح جلد ثانی کا حاشیہ بنام التعلیق الملیح لکھ کر علم حدیث کی خدمت میں گراں قدر اضافہ کیا۔اصول حدیث میں نزھۃ النظر پر حاشیہ اور تعلیق لکھی جس پر علمائے عرب وعجم سے داد تحسین حاصل کی۔ان کے علاوہ مختلف اوقات میں چند مقالات اور مضامین حوالہ قرطاس کیا۔ماہنامہ ''محدث''میں درس حدیث کا کالم آپ ہی کے قلم کا فیض ہے جو''درس حدیث'' کے نام سے مطبوع ہے۔شنیدہ کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری، جلد اول اور صحیح مسلم، جلد اول پر بھی مختصر حاشیہ لکھا ہے جو مطبوع نہیں ہے۔امید ہے کہ آپ کے علمی وارثین اس کو منصۂ شہود پر لانے کی کوشش کریں گے۔

مولانا عبدالسلام مدنی رحمہ اللہ نے دعوت وتبلیغ کے میدان کو بھی زینت بخشی اور اسے اپنے خون جگر سے سینچا۔دروس میں حاضری اور جلسوں میں شرکت کے ذریعہ آپ نے قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دل نواز سے قلوب واذہان کو منور کیا اور ان موضوعات کو اپنی گفتگو کا حصہ بنایا جو سماج اور معاشرہ کی اصلاح میں مؤثر کردار ادا کرسکیں۔آپ کی تقریر مدلل اور مبرہن ہوا کرتی تھی۔انداز ناصحانہ ہوتا۔نہ اس میں سختی ہوتی جو دلوں کو ناگوار گزرے اور نہ ہی کڑک اور تڑپ ہوتی جو قلوب کو بے زار کردے، بلکہ سلجھے سلجھائے انداز کی تقریر تھی۔تقریر کا یہی انداز جس میں مقرر اپنی بات کہہ لے اور سامع اسے سمجھ جائے، قابل تعریف ہوتا ہے۔

مولانا ممدوح ۷/فروری ۱۹۴۴ء کو موضع ٹکریا ضلع

سدھارتھ نگر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کی تعلیم گاؤں کے مکتب مفتاح العلوم میں ہوئی۔ جامعہ سراج العلوم بونڈیہار ضلع بلرام پور میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۰ء تک رہ کرابتدائی اور ثانویہ کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد دوسال فارسی زبان سیکھی ۔ پھر جامعہ رحمانیہ مدن پورہ میں داخل درس ہوئے اور یہاں تفسیر، علوم تفسیر، حدیث، علوم حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو، صرف، عربی ادب اور دیگر علوم متداولہ کے حصول کے لیے ماہراساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کیا۔ درس نظامی کے علاوہ عربی فارسی بورڈ الہ آباد سے مختلف زمانہ میں 'مولوی'، 'عالم'، 'فاضل ادب عربی' کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے پوری تعلیم میں جن اساتذہ سے خوشہ چینی کی ان میں علامہ مولانا نذیر احمد رحمانی املوی، مولانا عبد الغفار حسن رحمانی، مولانا اقبال احمد رحمانی، مولانا محمد عابد رحمانی، علامہ ڈاکٹر تقی الدین الہلالی، علامہ محمد امین شنقیطی مولف اضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن، شیخ ممدوح فخری، شامی رحمہم اللہ تعالی اور علامہ شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ قابل ذکر ہیں۔ یہی وہ اساطین علم وفن ہیں جن کی نگرانی میں اور سایہ عاطفت میں مولانا عبد السلام مدنی رحمہ اللہ کوفن حدیث میں حذاقت ومہارت اور گہرائی حاصل ہوئی۔

شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ سے شاگردی کی نسبت اس اعتبار سے ہے کہ آپ کوان سے اجازت حدیث کی سند حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ شیخ الحدیث رحمہ اللہ، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کے تاحین حیات صدر تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ ماہ دو ماہ بعد جامعہ ضرور تشریف لاتے تھے اور جامعہ کے حالات کوبچشم خود دیکھتے تھے اور کلاس روم میں جاجا کر طریقہ تدریس کا معائنہ کرتے تھے۔ استاد کو درس کی تیاری اور پڑھانے کے متعلق ضروری ہدایتیں کرتے تھے۔ بقول مولانا محمد مستقیم صاحب اس کا بہت فائدہ ہوتا تھا۔ شیخ الحدیث مبارک پوری جب جامعہ تشریف لاتے تو مولانا عبدالسلام مدنی رحمہ اللہ آپ کی دل وجان سے خدمت کرتے تھے اور اسے اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے تھے۔ یہی خدمت گزاری شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے قربت اور اعتماد کا ذریعہ بنی۔ حدیث کے متعلق مولانا مدنی رحمہ اللہ کے ذہن میں جو بھی اعتراضات اور اشکالات تھے یا حدیث کا معنی اور مفہوم متعین کرنے میں جو کچھ تردد تھا، شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے سامنے پیش کرتے اور تشفی بخش جواب سے محظوظ ہوتے۔ اس طرح مولانا عبدالسلام صاحب مدنی رحمہ اللہ کو علم حدیث کی باریکیوں کے فہم وادراک کا ملکہ پیدا ہوا جس کا فائدہ بعد میں یہ ہوا کہ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح کی پروف ریڈنگ آپ کے حصہ میں آئی۔ شروع میں تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام تو بہت مشکل لگ رہا تھا، مگر دھیرے دھیرے آسان ہوتا گیا اور مولانا مدنی رحمہ اللہ پر شیخ الحدیث مبارک پوری رحمہ اللہ کا اعتماد بڑھتا گیا۔ مولانا کی تبحر علمی اور ژرف نگاہی میں اس پہلو کو طاق نسیاں نہیں کیا جا سکتا ہے، بلکہ اس کا کردار آپ کے استنباط میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بیالیس (۴۲) سالہ تدریسی خدمات کے دوران آپ سے علم دین اخذ کرنے والوں کی تعداد حیطہ شمار سے باہر

ہے۔ ذیل میں چند مستفیدین کے اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں: ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس صاحب مدنی، سابق شیخ الجامعہ، جامعہ سلفیہ بنارس (رحمہ اللہ) مولانا عبد اللہ صاحب مدنی جھنڈانگری (رحمہ اللہ) مولانا عبد اللہ سعود صاحب سلفی، ناظم اعلی جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا صلاح الدین مقبول احمد صاحب مدنی (دہلی) مولانا عزیر شمس صاحب (مکہ مکرمہ) مولانا شہاب اللہ جنگ بہادر مدنی (شارجہ) ڈاکٹر عبد القیوم محمد شفیع صاحب مدنی (مقیم حال قطر) مولانا احسن جمیل صاحب مدنی (بنارس) سابق شیخ الجامعہ، جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا شبیر احمد صاحب مدنی (اٹوابازار) ڈاکٹر بدرالزماں صاحب مدنی (نیپال) مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی (ناظم تعلیمات سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی، دہلی) ڈاکٹر عبید الرحمٰن مدنی (مدیر جامعہ الامام البخاری، تلولی، ممبئی) مولانا عبد اللہ سلفی عمر پوری، مولانا مشتاق احمد کریمی (بہار) مولانا عزیز الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ، مولانا مظہر الحق عبدالشکور مدنی، مولانا محمد محسن سلفی املوی، مولانا ازہر عبدالرحمٰن رحمانی، مولانا صہیب حسن مدنی مبارک پوری، مولانا راشد حسن سلفی مبارک پوری اور حافظ ناصر الدین مبارک پوری وغیرہم۔ الحمد للہ، اس وقت جامعہ سلفیہ کا نصف تدریسی عملہ مولانا محترم کے شاگردوں پر مشتمل ہے۔ جن میں مولانا نعیم الدین صاحب مدنی سابق شیخ الجامعہ، مولانا محمد یونس صاحب مدنی، موجودہ شیخ الجامعہ، مولانا محمد عبد القیوم مدنی، مولانا سعید میسور مدنی، ڈاکٹر عبدالصبور مدنی، ڈاکٹر عبدالحلیم مدنی، مولانا محمد یوسف محمد عمر مدنی، مولانا سیف الرحمٰن مدنی، مولانا نورالہدی سلفی، مولانا محمد ایوب سلفی، مولانا طاہر حسین سلفی، مولانا دل محمد سلفی اور مولانا محمد داود سلفی) حفظہم اللہ تعالی ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ استاد محترم رحمہ اللہ کی لغزشوں کو دامن عفو میں جگہ دے۔ ان پر رحم فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

علم وریسرچ ہی ترقی کا راز ہے

اللہ نے انسان کو علم وعقل سے نوازا اور دنیا میں مختلف چیزوں کو پیدا کر کے انسان کے لیے ان کو مسخر کر دیا اور انسان کو کائنات میں غور وتدبر اور ریسرچ کرنے کی دعوت دی جن کا ذکر اللہ کی کتاب قرآن مجید میں جابجا مذکور ہے۔ اسلامی تاریخ کے اولین دور میں مسلم قوم اسی پر عمل پیرا رہی اور اسے دنیا کی سربراہی اور ہر میدان میں عروج حاصل رہا مگر جب سے مسلم قوم فقہی گروہ بندی میں پھنسی، وہ آپس کے مسائل میں الجھ کر رہ گئی اور کائنات میں ریسرچ وتحقیق کے کام کو غیروں نے لے لیا۔ اب ترقی اور عروج غیروں کے حصہ میں ہے اور مسلمان فقہی اختلافات میں الجھ کر فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس کو نقطۂ اتحاد سمجھ میں نہیں آرہا ہے جب کہ اس کا قبلہ اور اس کا رہبر ایک ہی ہے۔

ولاءوبراء: اسلام کی نظر میں

میزان الرحمٰن محمد سلیمان رکلیۃ الحدیث ۳

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی رسوله الأمین أمابعد:

یقیناً امت مسلمہ اپنی تاریخ کے مشکل ترین مرحلے میں اپنی بقا ودفاع کی جنگ لڑرہی ہے۔ امت اس وقت پگڈنڈیوں میں بھٹک رہی ہے۔ وہ اپنے علماء ومفکرین، دعاۃ ومصلحین کی منتظر ہے تاکہ وہ اس کے ماضی کی تصحیح، حاضر کی اصلاح اور مستقبل کو روشن شاہ راہ پر چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔

اس سخت مرحلے میں امت کے عقائد شدید دباؤ میں ہیں۔امت کے جو عقائد اس وقت اعداء اسلام کے تیروں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں ان میں سے عقیدہ ''ولاءوبراء'' بھی ہے، لہٰذا اس کی جانکاری اور معرفت امت کے لیے ضروری ہے۔

ولاءوبراء کا مفہوم:

''الولاء'' یہ ''ولی'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی قریب ہونا ہے اور لفظ ''البراء'' ماخوذ ہے "برئ" سے، جس کا معنی الگ ہونا ہے۔ چنانچہ ولاء کا شرعی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی، اس کے رسول ﷺ، دین اسلام اور اس کے پیروکاروں سے قلبی محبت اور ان کی مدد ونصرت کرنا۔

اور براء کا مفہوم اس کے برعکس ہے یعنی اللہ تعالی کے منکرین، اس کے رسول ﷺ کے معاندین اور اسلام واہل اسلام کے مخالفین سے بغض ودوری اختیار کرنا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ولاء'' یہ عداوت کی ضد ہے اور ''ولاء'' اصل میں محبت وتقرب کو کہتے ہیں اور ''عداوت'' اصل میں بغض وبعد کو کہتے ہیں، اور اسی سے اللہ کے رسول ﷺ کا قول ہے: "ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر" (متفق علیہ)(۱) یعنی فرائض کو حق داروں سے ملاؤ، جو بچ جائے وہ میت کے سب سے قریبی شخص کے لیے ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالی کے واسطے ولاء وبراء رکھتا ہے وہی مومن کامل ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ﴾ (سورۃ الممتحنۃ: ۱) ترجمہ: اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان سے قلبی محبت رکھو۔(۲)

(۱) صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الجد مع الأب والأخوۃ، ح: ۶۷۳۷، وأیضا: ۶۷۳۲، ۶۷۳۵ و ۶۷۴۶، وصحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب ألحقوا الفرائض بأهلها......الخ، ح: ۴۱۴۱ و ۴۱۴۲۔

(۲) الفرقان بین أولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطان لشیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۵، مکتبۃ المعارف، ریاض۔

ولاء وبراء کی اہمیت:

یقیناً ولاء وبراء کلمۂ ایمان کا جزء لا ینفک ہے جس کو اختیار کیے بغیر انسان مومن نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس میں مداہنت بھی اسلام کو برداشت نہیں ہے، اسلام کی شیشہ پلائی ہوئی عمارت کی بنیاد اسی عقیدہ پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے اس عقیدہ میں مداہنت کو جرم عظیم مانا ہے۔ اس کی اہمیت کے لیے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کا یہ قول ہی کافی ہے، فرماتے ہیں: ''بے شک انسان کا اسلام وایمان درست ہو ہی نہیں سکتا گرچہ وہ اللہ کی وحدانیت کو مانتا ہے اور شرک سے باز رہتا ہے حتی کہ وہ مشرکین سے عداوت رکھے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْماً غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ﴾ (سورۃ المجادلۃ: ۱۴) ترجمہ: کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے ایسی قوم سے دوستی کرلی جن سے اللہ تعالی ناراض ہے نہ یہ لوگ ان میں سے ہیں اور نہ ہی تم میں سے ہیں۔ (۱)

ولاء وبراء کے تقاضے:

ولاء وبراء جب ایک عظیم شئی ہے تو ضروری ہے کہ اس کے کچھ تقاضے ہوں، اور وہ یہ ہے کہ انسان اسلام واس کے تمام متعلقات سے محبت ومودت رکھے اور اسلام کے مخالفین، کفار ومشرکین اور ان کے مذاہب کے تمام متعلقات سے دوری وکنارہ کشی اختیار کرے، لیکن یہ واضح رہے کہ حسب ضرورت کفار ومشرکین سے مدد لینا دنیاوی معاملات میں جائز ہے۔

ولاء وبراء کے تئیں ہماری ذمہ داریاں:

۱- برأت کے اس مفہوم کو پختہ وراسخ کرنا کہ یہ عقیدہ کافروں سے بری الذمہ اور بیزاری ہے نہ کہ ان پر ظلم وزیادتی مقصود ہے۔

۲- اس عقیدۂ مسلمہ کی نشر واشاعت امت پر لازم ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ مغربی یلغاروں اور دشمنان اسلام سے مرعوب ہو یا جائے۔

۳- یہ عقیدہ اسلامی رواداری، رحم دلی، فیاضی اور اعتدال پسندی سے معارض نہیں ہے۔

اس عقیدہ کو مضبوط کرنے کے لیے اللہ تعالی سے ہمیشہ دعا کرنی چاہئے، اللہ تعالی کا فرمایا ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورۃ الحشر: ۱۰)

آمین تقبل یا رب العالمین۔

☆☆☆

(۱) مجموعۃ التوحید لشیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب ص ۹، والولاء والبراء فی الاسلام ص ۵۔

عالم اسلام

ظل الرحمٰن فائق بندوی
سنٹرل لائبریری، جامعہ سلفیہ، بنارس

اغلاط سے پُر قرآن کی طباعت پر پابندی:

قرآن کریم ایک ایسی مقدس اور باعظمت کتاب ہے جس کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری خود اللہ رب العالمین نے لے رکھی ہے، لیکن شیاطین کی جانب سے اس کی اس نمایاں ترین خوبی ووصف کو بدنما بنانے کی مسلسل مذموم کوششیں جاری ہی۔ باوثوق ذرائع سے موصولہ خبر کے مطابق الجیریا کی وزارۃ الشؤون الدینیہ نے حفاظ وائمہ کرام کی قرآن مجید کے ایک مطبوعہ نسخہ میں متعدد غلطیوں کی نشاندہی کے بعد مساجد، مدارس اور کتب خانوں میں اس کے تمام نسخوں کو مسترد کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔

وزارت نے اس نسخہ کی طباعت واشاعت کے ذمہ داروں سے مواخذہ اور ثبوت فراہم ہونے پر ان کے خلاف عدالتی کارروائی کرنے کا بھی اعلان کیا ہے۔

علاوہ ازیں مختلف ذرائع ابلاغ بالخصوص سوشل میڈیا میں قادیانیوں کے انگریزی ترجمۂ قرآن مجید کے متعلق یہ خبریں گردش کررہی ہیں کہ عمداً ختم نبوت کے حوالہ سے بہت تحریف کی گئی ہے۔(بحوالہ صراط مستقیم، برمنگھم اگست ۲۰۱۸ء)

خاشقجی کیس کی تحقیقات میں سعودی اقدامات قابل تحسین ہیں: عرب لیگ

سعودی عرب کی حکومت کی جانب سے ترکی میں سعودی قونصل خانے میں وفات پانے والے جمال خاشقجی کے کیس کی جامع تحقیقات پر عرب لیگ نے اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ عرب لیگ کی جانب سے خاشقجی کیس کے حوالے سے اٹھائے گئے اقدامات کا خیر مقدم کیا ہے اور پوری توقع ظاہر کی ہے کہ سعودیہ عربیہ کی طرف سے خاشقجی کیس کو سنجیدگی سے لینے کے معاملے میں حقائق دنیا کے سامنے لانے میں مدد ملے گی۔

العربیہ ڈاٹ نٹ کے مطابق عرب لیگ سیکریٹریٹ کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان میں خاشقجی کیس کے حوالے سے خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی طرف سے کیے گئے اعلانات اور احکامات کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ خادم الحرمین الشریفین کے اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ الریاض خاشقجی کے معاملے میں حقائق کو دنیا کے سامنے لانے کے لیے مؤثر حکمت عملی پر تعاون جاری ہے۔

واضح ہو کہ عرب لیگ کی جانب سے مقتول صحافی کی موت پر ان کے اہل خانہ واقارب سے افسوس اور تعزیت کا اظہار کیا گیا ہے۔

خیال رہے کہ گذشتہ دنوں سعودی عرب کے پراسکیوٹر جنرل نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ جمال خاشقجی ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۸ء کو استنبول میں قائم سعودی قونصل خانے میں داخل ہونے کے بعد وہاں پر موجود افراد کے ساتھ لڑ پڑے تھے جس میں ان کی موت واقع ہوگئی تھی۔

سعودی عرب خاشقجی کی موت پر پردہ ڈالنے کے الزام میں ۱۱/افراد کو شامل تفتیش کیا ہے۔ شاہ سلمان کے حکم پر انٹلی جنس کے نائب جنرل عسیری اور شاہی مشیر سعود القحطانی کو برطرف کردیا گیا ہے۔(بحوالہ العربیہ ڈاٹ نیٹ، روزنامہ آواز ملک بنارس ۱۸/۱۰/۲۳ء)

☆☆

اخبار جامعہ سلفیہ

دوسرا دوروزہ اجتماع برائے ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس

بتاریخ: ۲۸و۲۹/نومبر ۲۰۱۸ء مطابق ۱۸، ۱۹/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ بروز بدھ وجمعرات

تمام ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس کو یہ خوش خبری دیتے ہوئے انتہائی مسرت وشادمانی محسوس ہورہی ہے کہ جماعت اہل حدیث ہند کا عالمی شہرت یافتہ ادارہ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس نے ۲۸-۲۹/نومبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ وجمعرات جامعہ میں ابنائے قدیم کا دوروزہ پروگرام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے، تاکہ ملک وبیرون ملک مختلف مقامات اور مختلف میدانوں میں سرگرم عمل فارغین جامعہ کے درمیان تعلقات کو مضبوط کیا جاسکے، نیز ان کی صلاحیتوں اور تجربات ومشاہدات سے استفادہ کیا جاسکے اور حالات وظروف کے مطابق جامعہ کو مزید بہتر بنانے میں ان کا تعاون حاصل کیا جاسکے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالی ابنائے قدیم کے اس پروگرام کو جامعہ وفارغین جامعہ اور قوم وملت کے لیے بابرکت اور مفید سے مفید تر بنائے، آمین۔

واضح رہے کہ ابنائے قدیم کو شرکت کے لیے دعوت نامہ ارسال کیا جاچکا ہے۔ اگر کسی وجہ سے کسی کو دعوت نامہ نہیں ملا ہے تو وہ اسی کو دعوت نامہ سمجھتے ہوئے پروگرام میں شرکت کی منظوری اور اپنی آمد کی اطلاع سے شادکام فرمائیں، تاکہ قیام وطعام کے انتظام میں آسانی ہو۔

نوٹ: تعارفی فارم برائے ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس بھیجا جاچکا ہے۔ گزارش ہے کہ اولین فرصت میں اسے پُر کرکے بذریعہ ڈاک یا درج ذیل میل پر ارسال کریں۔ اگر کسی کے پاس نہیں پہنچا ہے تو برائے مہربانی جامعہ کے ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کرلیں۔ مشکور ہوں گا۔

www.aljamiatussalafiah.org

alumni@aljamiatussalafiah.org

متابعت کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں:

9431350537 / 7905991881

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا پیغام اپنے فارغین اور معاونین کے نام

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله خاتم الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعه باحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کا مرکزی تعلیمی ادارہ ہے جو جماعت کے بزرگوں اور مخلصوں کی دیرینہ تمناؤں اور دعاؤں کے بعد اللہ کی مشیت سے سرزمین بنارس پر منصۂ شہود ہوا۔ نصف صدی کا عرصہ گزر گیا، اس دوران جامعہ سلفیہ اپنے بنیادی

مقاصد کے حصول اور مختلف ترقیاتی میدانوں میں پیش رفت کی راہوں میں مسلسل گامزن رہا ہے۔علماء وفضلاء، مصنفین ومحققین کی ٹیمیں یہاں سے برابر نکلتی رہی ہیں اور ملک وبیرون ملک کے تعلیمی، دعوتی اور تصنیفی وتحقیقی ودیگر حکومتی اداروں میں اس جامعہ کے فارغین نیک نامی کے ساتھ برسرعمل ہیں۔

جامعہ کے طے شدہ مقاصد اور منصوبات کی عملی تنفیذ کے ساتھ ساتھ اس عظیم ادارہ کی ضروریات بھی بڑھتی رہیں اور اس کے متعدد شعبہ جات میں حسب منصوبہ اضافہ ہوتے رہے۔آج کئی اعتبار سے جامعہ پہلے سے بہتر ہے۔ اسٹاف واساتذہ اور طلبہ پہلے سے زائد ہیں۔ کچھ سالوں پہلے دس بارہ کلاس روم میں طلبہ پڑھتے تھے آج بائیس (۲۲) کلاس روم میں درس چلتا ہے۔صرف مرحلہ عالمیت میں ۳۸۹ اور کلیات میں ۷۶ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

تعلیمی نظام ومعیار کو مزید منظم اور مستحکم کرنے کے لیے تین سال پہلے جامعہ میں تین فیکلٹیاں (کلیات) شروع کی گئیں۔ پہلے ایک مطبخ تھا اب دو مطبخ چل رہے ہیں، بجلی وپانی کے اخراجات اور بلڈنگ کی صفائی ومرمت کا بوجھ بڑھ گیا ہے۔ جامعہ میں مزید نئے سند یافتہ وتجربہ کار اساتذہ کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہے جن کے لئے فیملی کوارٹر کا انتظام اور طلبہ کے سکن میں اضافہ واصلاح کا کام درپیش ہے۔ پانچ ہزار مربع فٹ زمین فیملی فلیٹ کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا تھا جو محض فنڈ کی کمی کی وجہ سے موقوف ہے۔سالانہ اخراجات کافی زیادہ بڑھ گئے ہیں جس کے لئے آپ کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

موجودہ عالمی تناظر میں اسلام کی سچی تعلیمات کو عام کرنا اور اس کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کرنا اور امت مسلمہ کو دین کی صحیح رہنمائی اور شعائر اسلام سے جوڑنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔نصاب تعلیم کو اس ناحیہ سے از سرنو ترتیب دینا یقیناً وقت کی اہم ضرورت ہے جس پر- الحمدللہ- جامعہ میں کام شروع کردیا گیا ہے۔

محترم فضلاء جامعہ! بلا شبہ یہ آپ کا جامعہ ہے۔ مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس کی نگاہیں اپنی بقاء اور ترقی کے لیے آپ کی منتظر ہیں اسی لیے ۲۸-۲۹ نومبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ وجمعرات جامعہ نے دو روزہ اجتماع میں شرکت کے لیے دعوت نامہ ارسال کیا ہے۔ یہ ادارہ آپ کا ہے اور آپ کی تمناؤں کا مرکز ہے۔ مجھے امید ہے کہ جامعہ کی دعوت پرلبیک کہیں گے اور اس کو مزید بہتر بنانے میں دامے، درمے، سخنے ہرطرح کا تعاون پیش کریں گے۔اللہ رب العالمین ہم سب کو توفیق ارزانی عطا فرمائے، آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبداللہ سعود سلفی
ناظم اعلیٰ
جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

☆☆☆

باب الفتاوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ کوئی شخص سفر سے واپسی پر ملاقات کے وقت اپنی والدہ، بہن، بیٹی اور بیوی سے مصافحہ کرسکتا یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دے کرشکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوہاب وھوالموفق للصواب:

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ سلام نیکی، اجر وثواب کے ساتھ ساتھ اخوت وبھائی چارگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ سلام سے ایک دوسرے کے تئیں محبت بڑھتی ہے اور دلوں سے بغض وعناد اور دشمنی دور ہوجاتی ہے۔شریعت مطہرہ میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے،جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

"لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أ و لا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم" (أخرجه مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون ...... الخ (٥٤)

اوراس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام سے ملاقات فرماتے تو مصافحہ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ جب آپ سے ملاقات فرماتے تھے تو کیا مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اکرم ﷺ جب بھی مجھ سے ملاقات کرتے تو مصافحہ ضرور کرتے تھے۔ (سنن ابی داود، ح:۵۲۱۴)

اس روایت میں اگرچہ ضعف ہے مگر مصافحہ کی فضیلت اور اس کا ثبوت اس روایت "عن البراء قال قال رسول الله ﷺ: "ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا" (صحيح سنن أبى داود، كتاب الأدب، باب في المصافحة ح: ٥٢١٢، الصحيحة ح ٥٢٥) سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ملاقات کی تو مصافحہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ ہم تو اسے عجمی لوگوں کا طریقہ خیال کرتے تھے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم مصافحہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں"۔(فتح الباری:۶۶/۱۱)

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں مصافحہ رائج تھا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے تھے۔(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب المصافحہ ح ۶۲۶۳)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل یمن نے اس سنت کو زندہ کرکھا تھا۔(صحیح سنن ابی دود، کتاب الادب، باب فی المصافحہ ح ۵۲۱۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سلام کی تکمیل یہ ہے کہ ملاقات کے وقت اپنے بھائی سے مصافحہ کیا جائے۔(الادب المفرد: ۹۶۸)

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کرنے میں مرد وعورت کی تفریق درست نہیں ہے، صرف اجنبی عورتیں اس عمومی سنت سے مستثنیٰ ہیں۔ (فتح الباری: ۶۶/۱۱)

چنانچہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا تھا، ہاں وہ عورت جس کے آپ مالک ہوتے، وہ اس حکم امتناعی سے مستثنیٰ ہے۔ الفاظ حدیث ملاحظہ فرمائیں: "عن عائشة رضی الله عنها قالت: وما مست يد رسول الله ﷺ يد امرأة الا امرأة يملكها" (البخاری، کتاب الأحكام، باب بيعة النساء ح ۷۲۱٤) اس میں "الا امرأة يملكها" سے مراد آپ کی بیویاں اور لونڈیاں ہیں(عمدة القاری: ۴۶۰/۱۶)

دیگر محرم عورتیں مثلا: ماں، بہن، بیٹی ان پر قیاس کی جاسکتی ہیں، یعنی ان سے مصافحہ کرنے میں کوئی کوئی حرج اور قباحت نہیں ہے، لیکن اجنبی اور غیر محرم عورتوں سے کسی صورت میں مصافحہ جائز نہیں ہے۔(مسند امام احمد بن حنبل ۴۱۳/۲)

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے پیش نظر اجنبی عورتوں کو ضرورت کے بغیر ہاتھ لگانا جائز اور درست نہیں ہے۔(فتح الباری: ۲۵۲/۱۳)

تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ عورتیں عورتوں سے مصافحہ کرسکتی ہیں کیونکہ عورت عورت کے لیے محرم نہیں نیز اس کی کوئی ممانعت کی دلیل نہیں ہے۔ اور مرد مردوں سے اسی طرح اپنی محرم عورتوں سے مصافحہ کرسکتا ہے۔ لیکن مرد حضرات غیر محرم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرسکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دار الافتاء

جامعہ سلفیہ بنارس

☆☆☆